اعتدال کی راہ

عیسائیوں کو جس بات پر بڑا فخر و ناز ہے وہ یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام نے دنیا ترک کی اور دولت کی بے رغبتی کی بے حد تاکید کی اور سرمایہ داری کو اتنا مذموم ٹھہرایا ہے کہ اونٹ کا سوئی کے سوراخ سے نکل جانا آسان مگر ایک امیر کا خدا کی بادشاہی میں داخل ہونا مشکل؛ میں کہتا ہوں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی یہ تعلیم ایک وقتی اصلاح تھی۔ کیونکہ اس زمانے کے یہودی مال و دولت کی محبت میں حد سے زیادہ تجاوز کر گئے تھے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ ان کے اخلاق بالکل برباد ہو چکے تھے۔ انہوں نے دنیا کو پکڑ لیا تھا اور دین کو بالکل چھوڑ دیا تھا لیکن اسلام تمام انسانوں کا عالمگیر اور دائمی دین اور اس کے تمام احکام انسانوں کے دینی اور دنیوی مصالح کے ضامن ہیں لہٰذا اس نے مال کی مذمّت تو ضرور کی مگر اس وقت جبکہ اس کے کمانے میں یا خرچ کرنے میں ظلم کی راہ اختیار کی جائے۔ مال اگر ظلم سے، مکر و فریب سے اور ناجائز طریقہ سے حاصل کیا جائے اور پھر اسے گناہ میں اور شہوت پرستیوں میں صرف کیا جائے تو بے شک ایسا مال اسلام کے نزدیک ایک لعنت ہے لیکن اگر مال جائز طریقہ سے کمایا جائے اور غریبوں پر قوم کی فلاح و ترقی اور خدا کی راہ میں صرف کیا جائے تو پھر قرآن کہتا ہے کہ ایسا مال ایک نعمت ہے بلکہ تقرّب خداوندی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

—— علامہ سید رشید رضا مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم
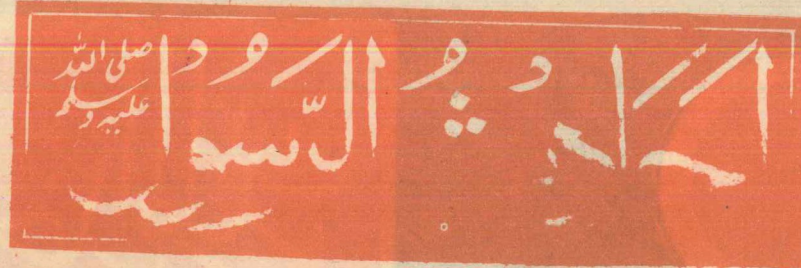
مرویات معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۳)

محمد سعید الرحمٰن علوی

عَنْ مُعَاوِيَةَ رضی الله تعالیٰ عنه قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ الله صلی الله تعالیٰ علیه واصحابه وسلم فَقَالَ اَلَا اِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتَابِ افْتَرَقُوْا عَلٰی ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَاِنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰی ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ، ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِی النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِی الْجَنَّةِ وَهِیَ الْجَمَاعَةُ۔ (رواہ احمد)

الترغیب والترہیب ص۴۴ ج ۱

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا یاد رکھو تم سے پہلے جو اہل کتاب تھے وہ ۷۲ گروہوں میں بٹ گئے اور یہ امت ۷۳ گروہوں میں بٹ جائے گی جس میں ۷۲ گروہ تو جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا۔ جنت میں جانے والا گروہ وہی اصل جماعت ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی یہ روایت جو مسند احمد کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے دوسرے صحابہ علیہم الرضوان سے حدیث کی اور کتابوں میں بھی منقول ہے جس میں پہلی امتوں کے درمیان افتراق کا ذکر ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس بات کا ذکر ہے کہ یہ امت بھی اس مصیبت عظمیٰ کا شکار ہو گئی حتی کہ ۷۳ گروہوں میں بٹ جائے گی جن میں سے ۷۲ گروہ تو جہنم کا ایندھن بنیں گے ہاں ایک گروہ جنت میں جائے گا۔ جنت میں جانے والے گروہ کو سرور کائنات علیہ السلام نے "جماعت" کا نام دیا بعض روایات میں ہے کہ صحابہ علیہم الرضوان نے جب اس "جماعت" سے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِیْ۔ یعنی جو لوگ میرے اور میرے صحابہؓ کے راستہ پر ہوں گے، وہ جنت میں جائیں گے۔

دینِ اسلام بالکل سیدھا سادا فطری دین ہے۔ اس کے بتلائے ہوئے عقائد بالکل واضح اور اس کے تعلیم کردہ اعمال اپنی تفصیلات میں بالکل صاف ہیں لیکن جب کوئی آدمی ہوائے نفس کا شکار ہو جاتا ہے اور الحاد و بے دینی کا رسیا اور خوگر ہو جاتا ہے تو وہ اسلام کے عقائد و اعمال کے معاملہ میں تاویلات رکیکہ کا سہارا لے کر ایسا انداز اختیار کرتا ہے کہ دین کا حلیہ بگڑ کر رہ جاتا ہے ایسے ہی لوگ ہیں جنہیں قرآن و حدیث میں بڑے ہی سخت الفاظ میں یاد کیا گیا ہے اور ان کے اعمال بد پر انہیں ٹوکا گیا ہے۔ انہی لوگوں کی ہوائے نفس کے نتیجہ میں دنیا میں نئے نئے فتنے جنم لیتے ہیں، نئے نئے افکار کی بنیاد پر نئی جماعتیں اور گروہ پیدا ہو کر امت کی پریشانی کا باعث بنتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے مخلص اور صالح بندے ہر دور میں ایسے رہے اور آج بھی ہیں جو ہر قسم کی طعن و تشنیع برداشت کر کے بھی ان عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ سے انحراف نہیں کرتے۔ انہیں آپ دقیانوسی کہیں، اولڈ فیشن کا پجاری کہیں یا کچھ کہیں وہ سنت و جماعت کی اس پسندیدہ روش سے نہیں ہٹتے جس کو اللہ کے رسول علیہ السلام نے نجات کی راہ قرار دیا۔ ما انا الیہ واصحابی کا

(باقی ۲۲ پر)

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۲۶ ✽ شمارہ ۳۵

۲۱ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ ✽ ۲۷ر فروری ۱۹۸۱ء

اس شمارہ میں

رئیس الادارہ
پیرِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ
مدیر منتظم
مولوی محمد اجمل قادری
مدیر
محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل اشتراک	
سالانہ ۶۰/- ، ششماہی ۳۰/-	
سہ ماہی ۱۵/- ، فی پرچہ ۱/۵۰	

یہ ہم نے نہیں کہا

"جناب الطاف گوہر صاحب پاکستان کی معروف شخصیت ہیں ایوب خاں کے دور میں سیکرٹری اطلاعات کے اہم ترین عہدے پر فائز تھے۔ ایوب خان مرحوم کے بہت قریبی لوگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا کہنے والے تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ایوب خاں کی کتاب "جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی" وہ الطاف صاحب ہی کے موئے قلم کا نتیجہ ہے (واللہ تعالیٰ اعلم) بعد میں وہ معتوب ہو گئے تو وہ صحافتی دنیا میں آ گئے۔ ڈان گروپ کے اخبارات کی ایڈیٹری کے دوران انہوں نے بہت کچھ لکھا جس کی پاداش میں انہیں جیل یاترا کا موقعہ نصیب ہوا۔ "پٹھان کوٹی تحریک" کے دوست جیل جانے والوں کو "تفہیم القرآن" پہنچانے میں بڑے تیز ہیں۔ انہوں نے الطاف صاحب پر بھی نظرِ کرم کی۔ اس "نایاب علمی ذخیرے" کے بعد الطاف صاحب پر اس قافلہ کے سربراہ کی خوبیوں کا انکشاف ہوا انہوں نے یوں محسوس کیا گویا مجھے اب تک اسلام سمجھ ہی نہیں آیا تھا اب سمجھ آیا ہے اس کا انہوں نے تقریر و تحریر کے ذریعہ اظہار کیا۔ پٹھان کوٹی احباب کے لئے الطاف صاحب کی سند بڑی وزنی تھی انہوں نے اس "گوہر نایاب" کی صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھانے کا پروگرام بنایا اور انہیں اس طرف متوجہ کیا وہ گویا اس انتظار میں تھے انہوں نے قلم ہاتھ میں لے کر تفہیم القرآن کا ترجمہ شروع کر دیا۔ قرآنی علوم سے متعلق ان کی ایک انگریزی کتاب آ بھی چکی ہے جسے اچھرہ کے ادارہ "ترجمان القرآن" نے بڑے اہتمام سے چھاپا اور اس کی خوب خوب تحسین کی وہی ادارہ اسے پھیلا رہا ہے۔

آج کے نوائے وقت کے ذریعہ ہم پر انکشاف ہوا کہ وہ "تیسری دنیا" کی فاؤنڈیشن کے جنرل سیکرٹری بھی ہیں اور اسی حیثیت سے انہوں نے ہندوستان کے ایک اخبار "ہندوستان ٹائمز" کو انٹرویو دیتے ہوئے

حض ایسی باتیں کہیں کہ اگر کوئی احراری جمعیتی یا اس ذہن کا مالک کہہ دیتا تو لازماً بھونچال آ جاتا اور اس پر اتنے کالم سیاہ کئے جاتے کہ جمعیۃ و احرار کے وہ بڑے جو قبروں میں جا چکے ہیں انہیں بھی معاف نہ کیا جاتا۔ ان لوگوں کا قصور صرف اتنا تھا کہ انہوں نے سیاسی اخلاقیات کی حدود میں رہ کر ایک فلسفہ اور تھیوری سے اختلاف کیا لیکن جب قوم کے جمہوری مزاج نے اس فلسفہ کو تسلیم کر لیا تو ان حضرات نے سرِ تسلیم خم کرکے اس ملک کی بہتری، استحکام اور اسے صحیح اسلامی سٹیٹ بنانے کے لئے اپنا سب کچھ وقف کر دیا۔ اس ذہن و فکر کے یہاں سب سے بڑے نمائندے حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جیسے حضرات تھے۔ ان حضرات نے اپنی حیاتِ مستعار کے لمحات پاکستان کے استحکام و ترقی کے لئے جس طرح خرچ کئے ان سے کوئی شپرہ چشم تو اختلاف کر سکتا ہے کوئی صاحب بصیرت اور ہوشمند ایسا نہیں کر سکتا لیکن پرویز جیسے اہل قلم کی ایک کھیپ اب تک اسی شغل میں مصروف ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ ایسا کرنے والے اس شعر کی زد میں ہیں ؎

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ نیکاں زند

الطاف صاحب اپنے ان دوستوں کے ہندوستان چلے جانے پر کتنے پریشان ہیں جو ہندو تھے سکھ تھے، عیسائی تھے وغیرہ، آخر ان کے دوستوں میں مسلمان بھی تو ہوں گے۔ لیکن موجود لوگوں کے مقابلے میں جانے والوں کا انہیں زیادہ افسوس ہے؟ انہیں ثقافتی اعتبار سے تقسیم ملک کا از حد افسوس ہے ــــــ ثقافت کا لفظ بھی عجیب ہے، عقائد کی خرابیوں، عملی بے راہروی، معاشرتی تباہ کاریوں کے ضمن جو کھڑاگ رچائے جاتے ہیں اور لہو و لعب کا جتنا کاروبار ہے وہ سب ثقافت ہی تو ہے ــ لیکن الطاف صاحب اس پر کیوں پریشان ہیں۔ مختلف انداز سے ہونے والے میلے ٹھیلے، پتنگ بازی اور بدعات و خرافات کا ایک طویل سلسلہ ہے جو یہاں خیر سے ہو رہا ہے اس میں پریشانی کی کون سی بات ہے؟ ہاں پریشانی کا یہ پہلو ضرور ہے کہ تقسیم کا عمل نہ ہوتا تو پھر ثقافتی طائفوں اور زائرین کی راہ میں جو مشکلات ہیں وہ نہ ہوتیں اور کسی کو یہ کہنے کا موقعہ نہ ملتا کہ ؎

ما و مجنوں ہم سبق بودیم در دیوانِ عشق
او بصحرا رفت و ما در کوچہ ہا رسوا شدیم

الطاف صاحب نے تیسری دنیا کے لئے ایک ایسی تنظیم پر زور دیا ہے جو مغرب کی تنظیم برائے اقتصادی تعاون و ترقی کی طرز پر کام کرے اس میں بھارت کے اہم کردار کی طرف بھی توجہ دلائی، آزادی کے سات سال ہی بعد پاکستان کی ناکامی بڑی محنت سے حاصل کردہ "بنگلہ دیش کی آزادی" کا ذکر کیا۔ تیسری دنیا کے ممالک میں "سوشلسٹ انقلاب" کو وقت کی ضرورت بتلایا۔ "پٹھان کوٹی تحریک" کے بزرگ اس پر کیا فتویٰ دیں گے؟

الغرض انہوں نے بہت کچھ کہا۔ شکر ہے کہ وہ نیشنلسٹ مسلمان نہیں، خوشی ہے کہ ان کا تعلق قافلہ آزادی کے ان مظلوم قائدین سے نہیں جنہیں عجیب و غریب عنوانات سے یہاں یاد کیا جاتا ہے۔

یہ خیالات ہیں ایک سکہ بند پاکستانی کے ــــــ جو مدت تک ذمہ دارانہ منصب پر فائز رہا۔ اور اب قلم و قرطاس سے قرآنی تفسیر کے ترجمہ جیسی خدمات میں مصروف ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہاں کے قلمکار، صحافی اور اہل دانش اب کیا تبصرہ کرتے ہیں؟ عین ممکن ہے کہ کوئی ایسی دستاویز تیار کر لی جائے جس میں الطاف صاحب کا تعلق مدنیؒ و آزادؒ سے جوڑ دیا جائے کہ یہاں اس قسم کی گھڑنتو کہانیاں بہت آسان ہیں ــــ اور اس پر نہ دنیا میں کسی محاسبہ کی فکر ہے نہ آخرت کا ڈر؟

اللہ تعالیٰ دنیائے اسلام کے حال پر رحم فرمائے اور اسے وہ دیدہ ور صاحب سیف و قلم قائدین نصیب فرمائے جو اعتماد علی اللہ کی دولت پر کشتیاں جلا کر سفر حیات جاری رکھ سکیں۔ اور قوم کو منزل مقصود پر پہنچا

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

جب حق کہنا ترک کر دیا جائے تو پھر......؟

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبَیدُ اللہ انور مدظلہم ○

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :ــــ

وَتَرٰی کَثِیْرًا مِّنْهُمْ.... لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ - (صدق اللہ العظیم) (المائدہ ۶۲، ۶۳)

محترم حضرات! سورۂ مائدہ کی دو آیتیں آپ کے سامنے نقل کی گئیں ان کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں :-

"اور تو ان میں سے اکثر کو دیکھے گا کہ گناہ پر اور ظلم پر اور حرام کھانے پر دوڑتے ہیں، بہت بُرا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔ ان کے فقراء اور علماء گناہ کی بات کہنے اور حرام مال کھانے سے انہیں کیوں نہیں منع کرتے، البتہ بُری ہے وہ چیز جو وہ کرتے ہیں۔" (حضرت لاہوری قدس سرہٗ)

سورۂ مائدہ کے مرکزی مضامین

سورۃ مائدہ میں اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کا بکثرت ذکر ہے ان کی اعتقادی خرابیوں، عملی سیہ کاریوں اور اس نوع کے جرائم کا بڑی شد و مد سے ذکر اور اس کی اصلاح کے لئے ہدایت ربانی کا بڑا ذخیرہ اس سورۃ میں موجود ہے۔ ان دونوں آیتوں میں سے پہلی آیت میں ان دو طبقوں کے عام افراد کا ذکر ہے کہ وہ کس طرح خرابیوں کا شکار ہیں اور دوسری آیت میں ان کے اہلِ علم کے تاریک اور بھیانک کردار کو الم نشرح کیا گیا ہے۔ حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

(۶۲) ان کے اکثر افراد اثم (گناہ) عدوان (ظلم) اور حرام خوری میں مبتلا ہیں۔

(۶۳) دنیا دار تو ان کے خراب ہی تھے لیکن ان کے درویش (صوفی) اور عالم بھی ان کو ان برائیوں سے نہیں روکتے۔ وہ بھی بہت ہی بُرا کر رہے ہیں۔ (حواشی ص ۱۸۱)

مولانا احمد سعید دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

"اوپر کی آیت (یعنی آیت ۶۱ جس میں بتلایا گیا ہے کہ یہ لوگ تمہارے پاس بظاہر ایمان کا دعویٰ لے کر آتے ہیں حالانکہ وہ کفر لے کر آتے اور اسی طرح کفر لے کر نکل جاتے ہیں) میں اعتقاد کی خرابی مذکور ہے اور اس آیت میں اعمال کی خرابی مذکور ہے خواہ وہ ان کی کذب بیانی ہو، تحریف ہو، حقوق العباد کا اتلاف ہو، رشوتیں لے کر غلط فتویٰ دینا اور غلط فیصلے کرنا ہو یا سود کھانا ہو، آیت ہر قسم کے اعمال سیہ کی خرابی بیان کرتی ہے یہ تو ان کے عوام کی حالت تھی.... آگے ان کے خواص کی طرف اشارہ ہے کہ ان کے صوفی اور مشائخ اور علماء کی مداہنت کا یہ حال ہے کہ وہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں اور خاموش ہیں۔" (کشف الرحمٰن)

ان آیات سے متعلق صحابہ کرام کے ارشادات

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ جو آیتیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں نازل ہوئیں یہ آیت ان میں سب سے زیادہ سخت ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ابن ماجہ نے نقل کیا ہے کہ "جب آدمی دوسروں کو گناہ کرتے دیکھیں اور انہیں نہ روکیں تو اللہ تعالےٰ اپنا عذاب عام کر دے گا۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس قوم میں گناہ کئے جاتے ہوں اور لوگ باوجود قدرت کے ان گناہوں کو نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ نہ روکنے والوں کو بھی مرنے سے پہلے عذاب میں مبتلا کر دے گا اور امام ترمذیؒ نے حضور علیہ السلام کا ارشاد نقل کیا کہ آپ نے فرمایا:-

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ تم اچھی باتوں کا حکم کرو اور بری باتوں سے منع کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب بھیج دیگا۔ پھر تم دعائیں بھی مانگوگے تو قبول نہ ہوں گی"۔

جناب نبی کریم علیہ السلام اور حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے واضح ارشادات آپ نے ملاحظہ فرمائے کہ قومیں کس طرح ذلت و عذاب کا شکار ہوتی ہیں عوام گناہوں کے رسیا ہو جاتے ہیں اور خواص گونگے شیطان بن کر رہ جاتے ہیں، ان کی مصلحتیں، دنیا کی ہوس اور خواہشات کا تاریک سایہ انہیں صحیح بات نہیں کہنے دیتا۔ وہ امام کے بجائے مقتدا اور متبوع کے بجائے تابع بن جاتے ہیں پھر وہی ہوتا ہے جو آپ نے سنا کہ اللہ تعالےٰ کا عذاب آ جاتا ہے اور دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں:-

"غالباً "اثم" سے لازمی اور "عدوان" سے متعدی گناہ مراد ہیں یعنی ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ بہت شوق اور رغبت سے ہر قسم کے گناہوں کی طرف جھپٹتے ہیں خواہ ان کا اثر اپنی ذات تک محدود ہو یا دوسروں تک پہنچے۔ جن کی اخلاقی حالت ایسی زبوں ہو اور حرام خوری ان کا شیوہ ٹھہر گیا ہو ان کی برائی میں کسے شبہ ہو سکتا ہے؟ یہ تو ان کے عوام کا حال تھا، آگے خواص کا بیان کیا گیا ہے۔ جب خدا کسی قوم کو تباہ کرتا ہے تو اس کے عوام گناہوں اور نافرمانیوں میں غرق ہو جاتے ہیں اور اس کے خواص یعنی درویش اور علماء گونگے شیطان بن جاتے ہیں" ——— پھر مولانا بنی اسرائیل کے اہل علم اور درویشوں کے لالچ اور مداہنت کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں

"اسی لئے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کو قرآن و حدیث کی بے شمار نصوص میں بہت ہی سخت تاکید و تہدید کی گئی ہے کہ کسی وقت اور کسی شخص کے مقابلہ میں اس فرض "امر بالمعروف" کے ادا کرنے سے تغافل نہ برتیں"۔

(حواشی ص۱۵۲)

اصل خرابی

صاحب درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں:-

"اصل خرابی کی جڑ یہودیوں میں یہی تھی کہ مالدار جو چاہتے تھے کرتے تھے اور ان کے درویش اور عالم ان سے مال لے لے کر ان سے بھی زیادہ عیش اڑاتے تھے اور اس کے بدلے میں ان ہی کی فائدہ کی باتوں کو جائز قرار دیتے چلے جاتے تھے اسی وجہ سے ان کا دین خراب ہوا اور زندگی کے معنی فقط یہ رہ گئے کہ غریبوں پر ظلم کرکے اپنا گھر بھرو اور خوب عیش و عشرت کرو"۔

(درس قرآن ج ۲ ص۷)

حضور علیہ السلام کی ایک پیشین گوئی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے امام ترمذیؒ نے نقل کیا انہوں نے فرمایا کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت پر ایک ایسا ہی زمانہ آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا بالکل درست اور ٹھیک جیسی کہ دونوں جوتیاں برابر اور ٹھیک ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں سے علانیہ بدفعلی کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے جو ایسا کریں گے الخ

سرور کائنات علیہ السلام کی یہ پیشین گوئی بہت سخت ہے اور آج اگر ہم اس آئینہ میں اپنی شکل دیکھیں تو وہ تمام مفاسد، مظالم، شرارتیں، اور بغاوتیں جو بنی اسرائیل کا وطیرہ تھا ہمارے اندر نظر آئیں گی؟ آج واقعہ یہ ہے کہ متمول طبقہ ہر ظلم اور زیادتی میں مشغول ہے۔ سود کا عام لین دین ان کے یہاں ہے، ناجائز منافع خوری کے وہ خوگر ہیں۔ کاروبار میں بددیانتی ان کا مشغلہ ہے، رشوت و سفارش کی گرم بازاری ہے، قتل و چوری، ڈاکہ سب کچھ عام ہے اور جھوٹی قسم، جھوٹی گواہی، ہر بات میں جھوٹ اور حرام کمائی، غیبت، چغل خوری جیسے قبائح سے شاید کوئی بچا ہوا ہو اور سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ جو اہل علم تھے جو فقیر اور درویش تھے جن کا کام اللہ کی مخلوق کو سیدھی راہ پر لانا اور انہیں صحیح بات بتانا تھا وہ اب عوام کی نبض پر ہاتھ رکھ کر چلتے ہیں، وہ یہ دیکھتے ہیں کہ عوام کا موڈ کیا ہے؟ حذو النعل بالنعل والی بات (دونوں جوتیاں برابر) والی بات سو فیصد سامنے آ گئی۔ اس ذہنی ژولیدگی اور علماء کی اس بے راہروی نے عوام پر ہر قسم کے دروازے وا کر دئیے ——— وہ شرکیہ اعمال میں مشغول ہوں وہ بدعات کا ارتکاب کریں نادان اہل علم انہیں تھپکیاں دیتے اور باور کراتے ہیں کہ تمہارا ہر عمل درست ہے اور معاشرہ میں جو دو چار لوگ اس قسم کی باتوں سے روکتے ہیں وہ گستاخ ہیں انہیں معاذ اللہ، اللہ کے رسول سے عداوت ہے وہ اولیاء کے دشمن ہیں اور اس لب و لہجہ میں سب کچھ کہہ دیا جاتا ہے۔

عزیزانِ من! یہ صورتِ حال بڑی سنگین ہے اور اس کی وجہ سے ہم ادبار و ذلت اور تباہ حالی کا شکار ہیں۔ سیاسی استحکام ندارد! معاشی طور پر مفلوک، اخلاقی طور پر دیوالیہ اور عملی طور پر انتہائی ناکارہ!

اہلِ علم اور فقراء سے درخواست

آخر میں ان طبقات سے جو قوم کی ہدایت و رہنمائی کے ذمہ دار ہیں درخواست کروں گا کہ للہ اپنے اعمال پر غور کریں۔ جرأت سے کام لے کر بے دینی و الحاد بے راہروی اور بدعت و ظلمت کے طوفان کے سامنے بند باندھیں ورنہ اس دنیا میں وقتی عیش نصیب ہو بھی جائے تو آخرت کا معاملہ سخت اندوہناک ہوگا ـــ وہاں آگ کی لگام ہوگی، اللہ کا غضب ہوگا اور کوئی پرسان حال نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اصلاح احوال کی توفیق دے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

ماہانہ مجلس ذکر

انشاء اللہ حسب سابق بروز اتوار یکم مارچ ۸۱ء بعد نماز مغرب زیر صدارت حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب دامت برکاتہم مسجد خضراء سمن آباد لاہور میں منعقد ہوگی۔ دعوت عام ہے۔

ماہنامہ تبصرہ کا مولانا ہزارویؒ نمبر

انشاء اللہ تعالیٰ مارچ ۸۱ء میں آ رہا ہے۔ مولانا مرحوم کی کوئی تحریر، دستاویز یا خط آپ کے پاس ہو تو ہمیں ارسال کر دیں استفادے کے بعد واپس کر دیا جائے گا۔ نیز موصوف سے متعلق اپنی نگارشات فوراً بھجوائیں۔

جانباز مرزا ۸۲ گلشن کالونی شادباغ لاہور

قسط نمبر ۷

الحافظ خالد محمود ایم، اے

السید حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی

رفیقہ حیات

"مولانا ذوالفقار علی کی رفیقہ حیات دیوبند کی ایک معزز شخصیت شیخ بو علی بخش کی صاحبزادی تھیں، نہایت سخی، خدا ترس، اور منتظم خاتون تھیں۔ ان کے وجود مسعود سے گھر میں ہر طرف خیر و برکت کا ظہور تھا"۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن فرماتے ہیں کہ

"میری والدہ محترمہ کو مجھ سے بے حد محبت تھی۔ میں اپنے درس و تدریس میں مشغول رہتا۔ گھر میں کھانا پک جاتا سب کھا لیتے لیکن میری والدہ محترمہ کسی قدر آٹا بچا کر رکھ لیتیں اور میری منتظر رہتیں۔ موسم گرما میں جب میں بارہ بجے گھر جاتا فوراً خود تازہ روٹی پکا کر دیتیں"۔

انتقال

مولانا ذوالفقار علی کی رفیقہ حیات کا انتقال ۱۳۰۰ھ میں مولانا سے بائیس ۲۲ برس قبل ہو گیا تھا۔ ان کی وفات کے روز ایک عجیب اتفاق پیش آیا۔ مولانا ذوالفقار علی کی پنشن کا عرصہ سے انتظام ہو رہا تھا پنشن کا باضابطہ حکم اہلیہ محترمہ کے انتقال سے نصف گھنٹہ بعد پہنچا، صاحبزادوں سے والد ماجد نے فرمایا کہ تمہاری والدہ کی وفات سے نصف رزق کم ہو گیا۔

اولاد

مولانا ذوالفقار علی کی دو صاحبزادیاں تھیں، جو نہایت عفیفہ، صالحہ، دیندار اور سلیقہ شعار تھیں، اور چار صاحبزادے شیخ الہند محمود الحسن، حامد حسن، حکیم محمد حسن اور حافظ محمد محسن تھے۔[۱]

(۱) ص ۳۰۲، حیات شیخ الہند از مولانا اصغر حسین (دارالکتب اصغریہ دیوبند ۱۳۶۷ھ، ۱۹۴۸ء ص ۹)

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ

مولانا ذوالفقار علی کے سب سے بڑے صاحبزادے شیخ الہند مولانا محمود حسن تھے۔

ولادت وتعلیم

شیخ الہند مولانا محمود الحسن کی پیدائش سنہ ۱۲۶۸ھ مطابق سنہ ۱۸۵۱ء میں بریلی میں ہوئی جب کہ آپ کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علی بریلی میں محکمہ تعلیم کے ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے مشہور عالم چچا مولانا مہتاب علی سے حاصل کی۔ قدوری اور شرح تہذیب پڑھ رہے تھے کہ دارالعلوم کا قیام عمل میں آیا۔ آپ اس میں داخل ہو گئے انہی کی نسبت کہا گیا ہے کہ جس نے دارالعلوم کے سب سے پہلے استاد ملا محمود کے سامنے کتاب کھولی وہ محمود تھا۔ فنون و ادب کی بعض اعلیٰ کتب اپنے والد ماجد مولانا ذوالفقار علی سے پڑھیں۔ کتب صحاح ستہ اور بعض دیگر کتب حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی سے میرٹھ و دہلی میں رہ کر پڑھیں۔ ۱۹ ذیقعدہ سنہ ۱۲۹۰ھ میں دارالعلوم کے جلسہ دستار بندی میں آپ کو سند فراغ و دستار فضیلت اکابر علماء کے دست حق پرست سے عطا ہوئی۔[۱]

(۱) مولف تاریخ دیوبند نے سنہ عیسوی سنہ ۱۸۵۳ء لکھا ہے مولفہ حیات شیخ الہند نے سنہ ۱۸۵۱ء لکھا ہے)

درس وتدریس

شیخ الہند کی اعلیٰ علمی و ذہنی صلاحیتوں کے پیش نظر دارالعلوم کی مدرسی کے لیے اکابر دارالعلوم دیوبند کی نظر انتخاب آپ پر پڑی چنانچہ سنہ ۱۲۹۱ھ، سنہ ۱۸۷۵ء میں مدرس چہارم کی حیثیت سے آپ کا تقرر عمل میں آیا۔ جس سے بتدریج ترقی پاکر سنہ ۱۳۰۸ھ، سنہ ۱۸۹۱ء

میں صدارت کے منصب پر پہنچے اور دارالعلوم کے سرپرست بھی رہے ہیں۔ صدارت تدریس کا مشاہرہ ۷۵/- روپے تھا مگر آپ نے ۵۰/- روپے سے زیادہ قبول نہ کئے۔ ۲۵/- روپے تنخواہ میں سے دارالعلوم کے چندہ میں شامل کر دیتے تھے۔ آپ کی زبردست علمی شخصیت کے باعث دارالعلوم کے طلبہ کی تعداد دو سو سے بڑھ کر چھ سو تک پہنچ گئی تھی"۔[۲]

قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:[۳]

"آپ کا درس حدیث اس دور میں امتیازی شان رکھتا تھا اور مرجع علماء تھا۔ آپ کو علماء عصر نے محدث عصر تسلیم کیا۔ سنہ ۱۳۲۴ھ بمطابق سنہ ۱۹۰۶ء میں باجماع اہل دارالعلوم شیخ الہند مولانا محمود الحسن سرپرست تسلیم کئے گئے جن کے نورانی آثار سے آج تک دارالعلوم کا احاطہ چمک رہا تھا۔

مولانا اصغر حسین لکھتے ہیں:[۴]

"آپ (شیخ الہند) کی علمیت، شہرت، عظمت اور شب و روز کی محنت اور ایثار و خلوص اور باطنی ہمت کی وجہ سے جو شہرت و عظمت دارالعلوم کو حاصل ہوئی وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ گویا کہ آپ ہی کے فیوض نے اس کو بجا طور پر دارالعلوم کا لقب دلایا"۔

مفتی عزیز الرحمٰن لکھتے ہیں:[۵]

"دارالعلوم کو معراج کمال پر پہنچانے والے دو مقدس بزرگ ہیں جن کو ہم شیخ الہند (محمود الحسن) اور شیخ الاسلام (سید حسین احمد مدنی) کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ان دونوں حضرات نے دارالعلوم کو ایشیا کی منفرد یونیورسٹی کی شکل دی"۔

(۱) ص ۱۲ حیات شیخ الہند از مولانا اصغر حسین دارالکتب اصغریہ دیوبند سنہ ۱۹۴۸ء، ص ۱۲۹، ۲۷، (۱) ص ۱۲ حیات شیخ الہند از مولانا اصغر حسین (دارالکتب اصغریہ دیوبند سنہ ۱۹۴۸ء ص ۱۲۹ ص ۲ تاریخ دیوبند از محبوب رضوی ص ۱۴۷، ۳۔ مختصر تاریخ دارالعلوم دیوبند از محبوب رضوی ص ۱۴۷، ۳، مختصر تاریخ دارالعلوم دیوبند از قاری محمد طیب (بحوالہ بیس بڑے مسلمان) از عبدالرشید ارشد (مکتبہ رشیدیہ لاہور بار اول سنہ ۱۹۶۹ء) ص ۱۴۱-۶۶، ۵ تذکرہ مشائخ دیوبند از مفتی عزیز الرحمان قرآن محل کراچی سنہ ۱۹۶۴ء، ص ۱۷

محبوب رضوی اور مولانا اصغر میاں صاحب نے مولانا مہتاب علی کو شیخ الہند کا چچا لکھا ہے لیکن قاری محمد طیب صاحب سوانح قاسمی جلد دوم ص ۲۵۸ کے حاشیہ پر مولانا مہتاب علی کو شیخ الہند کا تایا بتایا گیا ہے)

تلامذہ:

آپ کے فیض تعلیم نے علامہ محمد انور شاہ کشمیری، شیخ الاسلام السید حسین احمد مدنی مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا عبیداللہ سندھی مولانا منصور انصاری، مفتی کفایت اللہ علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا سید اصغر حسین مولانا سید فخر الدین، مولانا محمد اعزاز علی، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، مولانا سید مناظر احسن گیلانی، مولانا احمد علی لاہوری جیسے مشاہیر کی جماعت تیار کی آپ کے شاگردوں کی کل تعداد ۸۶۰ سے متجاوز ہے"۔[۱]

(۱) تاریخ دیوبند از محبوب رضوی (ادارہ تاریخ دیوبند بار اول سنہ ۱۹۵۲ء)، ص ۱۴۷)

سیاسی وملکی خدمات

شیخ الہند کی ذات ستودہ صفات زہد و تقویٰ کے علاوہ سیاست و تدبر میں بھی کامل دست گاہ رکھتی تھی آپ نے ملک و ملت کے لیے جو قربانیاں پیش کیں اور جن جن شدائد و محن سے آپ کو گزرنا پڑا اس کی داستان بہت طویل ہے جس کے ذکر کا یہ مقالہ متحمل نہیں۔ آپ کی سیاسی و ملکی و ملی خدمات کے اجمالی تذکرہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

تحریک ریشمی رومال

آخر عمر میں جب جنگ طرابلس و بلقان کی وجہ سے مسلمانوں میں سخت ہیجان پھیلا ہوا تھا آپ نے ہندوستان سے برطانوی حکومت کا اقتدار ختم کرنے کے لیے ایک زبردست سیاسی اسکیم تیار کی جسے تحریک ریشمی رومال کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یہ سنہ ۱۳۳۰ھ ۱۹۱۳ء کا وہ زمانہ تھا کہ ابھی تک انڈین نیشنل کانگرس کا نصب العین حقوق طلبی کی حد سے آگے نہیں بڑھا تھا لیکن حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن کا قدم اس سے بہت آگے تھا وہ ایک زبردست انقلاب برپا کرکے برطانوی گورنمنٹ کا تختہ ہی الٹ دینے کا نقشہ تیار کر رہے تھے اس کے لیے آپ نے نہایت منظم اور باقاعدہ طریق پر ہندوستان سے برطانوی راج ختم کر دینے کا پروگرام مرتب کیا تھا آپ کے شاگردوں اور رفقاء کار کی ایک بڑی جماعت جو ہند و بیرون ہند کے اکثر ممالک میں پھیلی ہوئی تھی آپ کے مجوزہ پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لیے نہایت سرگرمی اور جانبازی کے ساتھ کوشاں تھی۔ شاگردوں میں مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا محمد میاں منصور انصاری، مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری اور

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ وغیرہم ایسے ارباب عزیمت استقامت بل گئے تھے۔ علامہ محمد انور شاہ نے دارالعلوم میں اپنے استاذ کی علمی نیابت کی اور دوسرے شاگردوں نے ان کے سیاسی و انقلابی پروگرام کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ شیخ الہند انڈین نیشنل کانگریس کے طریقہ کار سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ مگر ان کا خیال تھا کہ ہندوستان کو آزاد کرانے کے لیے باہر کی حکومتوں سے بھی اس سلسلہ میں مدد لینا ضروری ہے۔ محض حقوق طلبی کی جنگ، آزادی کے لیے کوئی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ آپ نے مولانا عبید اللہ سندھی کو ایک خاص مشن پر کابل جانے کا حکم دیا اور مولانا منصور انصاری کو آزاد قبائل میں جہاد کی تلقین کے لیے بھیجا۔ انگریز اس زمانہ میں جرمنی سے جنگ میں مصروف تھا۔[1]

رولٹ کمیٹی کی رپورٹ میں حضرت شیخ الہند کے اس پروگرام کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا گیا ہے[2]

(1) رولٹ کمیٹی کی اردو رپورٹ صفحہ ۲۵۳ - ۲۵۴ بحوالہ تاریخ دیوبند از محبوب رضوی (ادارہ تاریخ دیوبند بار اول ۱۹۵۲ء) صفحہ ۱۴۸، ۱۴۹)

"اگست ۱۹۱۵ء مطابق ۱۳۳۳ ہجری میں مولانا محمود حسن کے ایک شاگرد مولوی عبید اللہ کابل چلے گئے اور وہاں پہنچ کر انہوں نے جرمنی اور ترکی مشن سے جو افغانستان آیا ہوا تھا مل کر امیر کابل پر برطانیہ کے خلاف زور ڈالا۔ اسی سال ستمبر میں محمود حسن مکہ مکرمہ چلے گئے اور وہاں سے انہوں نے غالب پاشا کا دستخطی اعلان مولانا محمد میاں کے ہاتھ مولوی عبید اللہ کے پاس کابل پہنچایا جس میں برطانیہ کے خلاف جہاد کی ترغیب دی گئی تھی۔ ان لوگوں نے طے کیا تھا کہ برطانیہ کو شکست دینے کے بعد ہندوستان میں ایک عارضی حکومت قائم کی جائے۔"

شیخ الہند نے مجوزہ سکیم کو کامیاب بنانے کے لیے پیرانہ سالی کے باوجود ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۵ء میں حجاز کا سفر کیا۔ وہاں ترکی کے گورنر غالب پاشا، اور انور پاشا سے، جو اس وقت ترکی کے وزیر جنگ تھے ملاقات کی اور بعض اہم امور طے کیے۔ انور پاشا کے مشورہ کے مطابق آپ حجاز سے براہ بغداد بلوچستان ہوتے ہوئے سرحد کے آزاد قبائل میں پہنچنا چاہتے تھے۔ کہ اچانک جنگ عظیم کے دوران میں شریف حسین والیٔ مکہ ترکوں سے بغاوت کر کے برطانوی حکومت کا حلیف بن گیا اور انگریز حکام کے ایما پر آپ کو گرفتار کر کے، ان کے حوالے کر دیا۔ انگریز آپ کو مصر اور وہاں سے مالٹا لے گئے جو برطانوی قلمرو میں جنگی مجرموں کے لیے محفوظ ترین مقام سمجھا جاتا تھا۔ شیخ الہند کے ساتھ مولانا سید حسین احمد مدنی اور دیگر رفقاء بھی گرفتار کیے گئے تھے۔ مالٹا کی جیل میں شیخ الہند اور آپ کے رفقاء کے بار بار بیانات لیے گئے۔ "سفر نامہ اسیر مالٹا" از سید حسین احمد مدنی میں اس کی پوری تفصیلات درج ہیں۔ شیخ الہند کو پانچ سال تک مع رفقاء نظر بند رکھا گیا جب جنگ ختم ہوئی تو آپ کو بمشکل ہندوستان آنے کی اجازت ملی۔ ۲۰ر رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۲۰ء کو آپ نے ساحل بمبئی پر قدم رنجہ فرمایا۔ دیوبند پہنچ کر آپ سب سے پہلے دارالعلوم پہنچے بعد ازاں اپنے مکان میں تشریف لے گئے۔[1]

(1) تاریخ دیوبند از محبوب رضوی (ادارہ تاریخ دیوبند ۱۹۵۲ء) صـ ۱۴۹)

تحریکِ خلافت

ہندوستان پہنچتے ہی شیخ الہند تحریک خلافت میں شریک ہو گئے ترک موالات کا شرعی فتویٰ آپ ہی نے شائع فرمایا تھا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔[2]

(2) بیس بڑے مسلمان از عبدالرشید ارشد مکتبہ رشیدیہ لاہور بار اول ۱۹۶۹ء صـ ۲۸۶، ۲۸۷)

"آج جب کہ شرق و غرب کے مسلمانوں پر قیامت خیز مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے جبکہ اندیشہ ہے کہ خلافت اسلامیہ کا جہاز ہنڈتے طوفان کی موجوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے جب کہ ہر فرد مسلم کی روح موت کی دھمکیاں دینے والے حوادث سے لرز رہی ہے بلکہ اگر عاقبت بینی سے کام لیا جائے تو ہر ایک ایشائی اور خصوصاً ہر ایک ہندوستانی اپنی ایک اخلاقی جرأت اور آزادانہ مستقبل کو سخت خطرہ کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے علماء ہند کی کثیر تعداد اور ہندو ماہرین سیاست کا بہت بڑا طبقہ اس جدوجہد میں ہے کہ اپنے جائز حقوق اور واجبی مطالبات کو پامال ہونے سے بچائیں۔ کامیابی تو ہر وقت خدا کے ہاتھ میں

ہے لیکن جو فرض شرعی: قومی اور وطنی حیثیت سے کسی شخص پر عاید ہوتا ہے تو اس کے ادا کرنے میں ذرہ بھر تاخیر کرنا ایک خطرناک جرم ہے میں اصل فطرت سے کوئی سیاسی آدمی نہیں ہوں اور جیسا کہ میری طویل زندگی اس پر شاہد ہے میرا مطمح نظر ہمیشہ مذہب رہا ہے اور یہی وہ میرا مطمح نظر ہے جس نے مجھے ہندوستان سے مالٹا اور مالٹا سے پھر ہندوستان پہنچایا۔ پس میں ایک لمحہ کے لیے کسی ایسی تحریک سے اپنے کو علیحدہ نہیں پاتا جس کا تعلق تمام جماعت اسلام کی فوز و فلاح سے ہو یا دشمنان اسلام کے حملوں کے جواب میں حفاظت خود اختیاری کے طور پر استعمال کی گئی ہو۔ مالٹا سے واپس آکر مجھ کو علم ہوا کہ ہندوستان کے ارباب بسط و کشاد نے آخری طریقۂ کار اپنے فرض کی ادائیگی اور اپنے جذبات و حقوق کے تحفظ کا قرار دیا ہے وہ قرآن کریم کی صحیح اور ایک صریح تعلیم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک روشن اسوۂ حسنہ کو مضبوط تھام لیں اور نفع و ضرر قومی کا موازنہ اور عواقب مہمہ کی پوری جانچ کر کے اس کو بے خوف و خطر انجام تک پہنچائیں اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اعداء اسلام کے ساتھ تعاون و موالات کو اعتقاداً و عملاً ترک کر دیں اس مسئلہ کی شرعی حیثیت ناقابل انکار ہے اور ایک صادق مسلمان کی غیرت کا ایسے حالات میں یہی اقتضا ہونا چاہیئے کہ وہ:

(۱) سرکاری اعزازوں اور خطابات کو واپس کر دے۔

(۲) ملک کی جدید کونسلوں میں شریک ہونے سے انکار کر دے۔

(۳) صرف اپنے ملک کی اشیاء اور مصنوعات کا استعمال کرے۔

(۴) سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں اپنے بچوں کو داخل نہ کرے اس کے علاوہ جو تجاویز وقتاً فوقتاً شائع کی جائیں۔ ان پر عمل کریں۔ بشرطیکہ:

الف: اتباع شریعت کیا جائے اور عمل درآمد میں خلاف حکم شرع کا ارتکاب پیش نہ آئے۔

ب: نیز اس امر کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے تو جن امور میں فساد یا نقص امن کا اندیشہ ہو۔ ان سے احتراز کیا جائے اور ہر کام میں افراط و تفریط سے بچ کر اعتدال مدنظر رہے۔

ج: ارشاد عثمان اذا احسن الناس فَاَحْسِنْ معھم واذا اساءوا فاجتنب اساءتھم العبد محمود حسن عفی عنہ، دیوبندی ۳ر ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ"

اسی تحریک اور اسی فتوے کی بنا پر مسلم نیشنل یونیورسٹی قائم کرنے کی بنیاد ڈالی گئی۔ جو کہ بعد میں جامعہ ملیہ کے نام سے موسوم ہوئی چونکہ علی گڑھ یونیورسٹی کے سرکار پرست، برطانیہ ترک تعلق پر آمادہ نہ ہوتے اس لیے مولانا محمد علی جوہر مرحوم اور ان کے ہمخیال لوگوں کے ساتھ طلبہ یونیورسٹی کی ایک کثیر تعداد علیگڑھ یونیورسٹی سے علیحدہ ہو گئی اور آزاد درس گاہ قائم کرنے کے لیے جس میں برطانوی سرکار کی مداخلت نہ ہو، تیاری کرنے لگی۔ ان حضرات نے آزاد نیشنل یونیورسٹی کے لیے جلسہ کرنا چاہا اور اہل الرائے کو دعوت دی۔ اور شیخ الہند کو صدر بنانا چاہا۔ سخت بیماری کی بنا پر شیخ الہند نے صدارت سے معذوری ظاہر کی، بالآخر داعیوں کے اصرار پر آپ نے فرمایا:

"اگر میری صدارت سے انگریز کو تکلیف ہو گی تو ضرور شریک ہوں گا۔" نقش حیات ج ۲ صـ ۲۵۶،

چنانچہ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۲۰ء اجلاس کی تاریخ مقرر ہوئی۔ آپ نے جلسہ کی صدارت فرمائی۔ ضعف و بیماری کی وجہ سے خود چل نہیں سکتے تھے دو شخصوں کے کندھوں پر ٹیک لگا کر چلتے تھے۔ خطبۂ صدارت جناب علامہ شبیر احمد عثمانی نے آپ کی طرف سے پڑھ کر سنایا۔ اس کے مندرجہ ذیل فقرے سیاسی افکار میں یادگار کی حیثیت رکھتے ہیں[1]

(1) بیس بڑے مسلمان۔ از عبدالرشید ارشد مکتبہ رشیدیہ لاہور بار اول ۱۹۶۹ء صـ ۲۸۸-۲۹۰)

"میں نے اس پیرانہ سالی اور علالت و نقاہت کی حالت میں آپ کی اس دعوت پر اس لیے لبیک کہا کہ میں اپنی ایک گمشدہ متاع یہاں پانے کا امیدوار ہوں۔ بہت سے نیک بندے ہیں جن کے چہروں پر نماز کا نور اور ذکر الٰہی کی روشنی جھلک رہی ہے۔ لیکن جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا را جلد اٹھو اور اس امت مرحومہ کو کفار کے نرغے سے بچاؤ تو ان کے دلوں پر خوف و ہراس طاری ہو جاتا ہے۔ خدا کا نہیں

بلکہ چند ناپاک ہستیوں کا اور ان کے حرب و ضرب کا ــــــ اے نونہالانِ وطن جب میں نے دیکھا کہ میرے اس درد کے غمخوار (جس میں میری ہڈیاں پگھلی جارہی ہیں) مدرسوں اور خانقاہوں میں کم اور سکولوں اور کالجوں میں زیادہ ہیں تو میں نے اور چند مخلص احباب نے ایک قدم علی گڑھ کی جانب بڑھایا اور اس طرح ہم نے دو تاریخی مقاموں دیوبند اور علی گڑھ کا رشتہ جوڑا ــــ آپ میں سے جو حضرات محقق اور باخبر ہیں وہ جانتے ہیں کہ میرے بزرگوں نے کسی وقت بھی کسی اجنبی زبان کو سیکھنے یا دوسری قوموں کے علوم و فنون حاصل کرنے پر کفر کا فتوےٰ نہیں دیا ہاں یہ بیشک کہا کہ انگریزی تعلیم کا آخری اثر یہی ہے جو عموماً دیکھا گیا ہے کہ لوگ نصرانیت کے رنگ میں رنگے جائیں یا ملحدانہ گستاخیوں سے اپنے مذہب اور اپنے مذہب والوں کا مذاق اڑائیں یا حکومتِ وقت کی پرستش کرنے لگیں تو ایسی تعلیم پانے سے ایک مسلمان کے لیے جاہل رہنا اچھا ہے ــــ ہماری قوم کے سرآوردہ لیڈروں نے۔ سچ تو یہ ہے کہ امتِ اسلامیہ کی بڑی اہم ضرورت کا احساس کیا ہے۔ بلاشبہ مسلمانوں کی درسگاہوں میں، جہاں علوم عصریہ کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہے اگر طلبہ اپنے مذہب کے اصول و فروع سے بے خبر ہوں، اور اپنے قومی احساسات اور اسلامی فرائض فراموش کردیں اور ان میں قوم و ملک کی حمیت نہایت ادنیٰ درجہ کی رہ جائے تو یُوں سمجھو! وہ درسگاہ مسلمانوں کی قوت کو ضعیف بنانے کا ایک آلہ ہے، اس لیے اعلان کیا گیا ہے کہ ایسی آزاد یونیورسٹی کا افتتاح کیا جائے گا جو گورنمنٹ کی اعانت اور اس کے اثر سے بالکل علیحدہ ہو اور جس کا تمامتر نظام علمی اسلامی خصال اور قومی احساسات پر مبنی ہو۔"

الغرض شیخ الہند مولانا محمود حسن کی ذات ستودہ صفات علم و فضل اور زہد و تقوی کے علاوہ سیاست و تدبّر میں بھی کامل دستگاہ رکھتی تھی۔ اس کا اعتراف ہر مکتبِ فکر نے کیا ہے۔ مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند سوانح قاسمی کے حاشیہ پر لکھتے ہیں[۱]

(سوانح قاسمی از مولانا مناظر احسن گیلانی (ادارہ دارالعلوم دیوبند ۱۳۷۵ھ)، جلد دوم صفحہ ۲۶۰-۲۶۱)

حضرت مولانا ذوالفقار علی کے صاحبزادے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن قدس سرہٗ تو ہند کے شیخ الکل ہی بن کر رہے اور ہند ہی کیا، کون گن سکتا ہے کہ آپ کے تلامذہ اور شاگرد ایشیا اور افریقہ کے کن کن علاقوں میں پھیلے ہُوئے ہیں اور علم و دین کی خدمت میں مصروف رہے اور ہیں۔ علمی و دینی پہلوؤں کے سوا ملک کے سیاسی انقلاب میں آپ کا جو حصہ ہے، کیا اس کا کوئی انکار کرسکتا ہے۔ یقیناً آج جن قربانیوں، جاں فروشیوں کی قیمت ملک کی آزادی کی شکل میں ہمارے سامنے آئی ہے، کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ اس قیمت میں کافی اور معقول سرمایہ شیخ الہند کی غیر معمولی اور اولوالعزمانہ قربانیوں کا بھی شریک ہے۔"

"تحریک ریشمی رومال" کتاب پر لیل و نہار[۲] کا تبصرہ ملاحظہ فرمایئے:

([۲] ہفت روزہ لیل و نہار لاہور ۲۶ مارچ ۱۹۶۷ء)

"انگریزی حکومت نے برصغیر میں ہماری تاریخ کو مسخ کیا اور آزادی کی تحریکوں پر پردہ ڈالا یا انہیں رجعت پسندانہ سازشوں اور بغاوتوں کا نام دیا اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ آزادی کی تاریخ سے ہمارا رشتہ استوار نہ ہوسکا اور اس پر تعجب نہیں ہونا چاہیئے کہ اگر آج خواندہ عوام کی ایک تعداد قیام پاکستان کو ایک حادثہ سمجھتی ہے اور آزادی کے تدریجی ارتقاء اور واقعات کے تسلسل سے نابلد ہے۔"

بقیہ: پندرھویں صدی کا پیغام

ہیں ان کی باہمی عداوت، افتراق پسندی اور نفاق پروری کی ایسی مثالیں ہیں جو حالیؔ نے آزردہ ہوکر کہا تھا۔ کہ:

کہ نا اتفاقی نے کھویا ہے ہم کو
اسی جزر و مد نے ڈبویا ہے ہم کو

اس کی وجہ یہ بتائی تھی کہ

نہیں جانتے کہ یہ جانے کدھر ہیں
گئے بھول رستہ یا وہ راہ پر ہیں

پھر کہا: ـــ

سید صباح الدین، عبد الرحمان
دار المصنفین - اعظم گڑھ

پندرھویں صدی کا پیغام

چودھویں صدی ہجری ختم اور پندرھویں شروع ہوچکی ہے۔ ان چودہ سو[۱۴۰۰] برسوں میں اسلام تو اپنی تعلیمات کے ساتھ اٹل رہا لیکن مسلمانوں کی تاریخ اس مدت میں تابناک تو رہی۔ اندوہناک بھی بنی رہی۔ جو پیچھے مڑ کر دیکھی جاسکتی ہے۔

عہدِ رسالت خداترسی، ایمان پروری، زبان دل اور عمل کی سچائی، عہد کی پابندی، عدل پروری، خاکساری، خود داری، اخوت کی جہانگیری اور محبت کی فراوانی سے جگمگا اٹھا تھا، جس کی تقلید سے آج بھی انسانیت سنواری جا سکتی ہے۔ اس زمانہ میں تمام مسلمان بدر و حنین اور دوسرے غزوات میں ایمان کی جس قوت و حرارت سے لڑے اس سے ان کو ہر طرح کی سربلندی حاصل ہوئی۔ مگر اسی عہد میں انہیں اُحد و حنین کی لڑائیوں سے انہیں یہ درس مِلا کہ ان کی تھوڑی سی غلطیوں اور فروگذاشتوں سے ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مشکلوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔

خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ نے جو مثالی حکومت قائم کی یا اس پورے دور میں اتباعِ شریعت، نظام عدل، بیت المال کے صحیح استعمال، مجلس شوریٰ کی اہمیت رائے کی آزادی، انسانی حقوق کے احترام، عوام کی فلاح و بہبود اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی جو مثالیں پیش کی گئیں۔ ان میں وہ ساری باتیں موجود ہیں جن کو بنیاد بناکر اچھی سے اچھی حکومت قائم کی جا سکتی ہے۔ اس عہد کے صحابہ کرام رضؓ نے انسان دوستی، خدمتِ خلق، اطاعت گذاری عبادت و ریاضت، خوف الٰہی اور محبتِ رسول کے جو نمونے پیش کیے اس نے نہ صرف اسلامی بلکہ انسانی اخلاق کی تاریخ زریں حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

اس عہد میں ایران و شام و بیت المقدس و عراق و طرابلس و مصر و ایشیا کوچک و قبرص و خراسان و طخارستان اور جرجان وغیرہ کی فتوحات کی تفصیل پڑھ کر ایمانی حرارت پیدا ہوتی ہے۔ حضرت اسامہؓ، حضرت عمروؓ، حضرت خالد بن ولیدؓ حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت عبداللہ بن عامر، حضرت سعید بن العاصؓ جیسے فوجی قائدین سے مسلمانوں کی سپہ گری اور نبرد آزمائی کی تاریخ بھی زریں بنی۔ مگر اسی دور کی دکھ بھری کہانی یہ ہے۔ کہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمان اور حضرت علی شہید ہوئے جنگ جمل بھی ہوئی جس میں حضرت طلحہ رضؓ اور حضرت زبیر بن عوامؓ جیسے اکابر حضرات صحابہ اللہ کو پیارے ہوئے۔ جنگ صفین بھی آپس کے اختلافات کی لڑائی تھی جس میں ایک لاکھ آدمی جاں بحق ہوئے۔ عمرو بن العاصؓ کے فیصلے سے اختلافات کی بنیاد پڑی تو بنو ہاشم اور بنو امیہ میں مستقل عناد پیدا ہو گیا۔ خارجیوں کا فرقہ وجود میں آیا۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد خلافت کے بجائے ملوکیت قائم ہوگئی

بنو اُمیّہ نے مسلمانوں کی حکومت کا دائرہ بہت وسیع کردیا ان کی مملکت کے اندر حجاز، عراق، عمان، بحرین، کرمان، سیستان، کابل، خراسان، سندھ، موصل، آذربائجان، آرمینیا، دمشق، اردن، حمص، مصر اور شمالی افریقہ کے سارے علاقے رفتہ رفتہ آگئے۔ اندلس، سسلی، سارڈینیا اور بحر روم کے جزیرے بھی شامل تھے۔ ان کی فوجیں اندلس سے نکل کر پرتگال اور فرانس کے حدود میں داخل ہوگئی تھیں۔ یہ ایسے فوجی کارنامے ہیں جن

پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ ان کے فرمانرواؤں میں سے ولید، سلیمان اور ہشام کی سطوت اور حشمت سے رومی اور عیسائی سلطنتیں بھی لرزہ بر اندام رہیں مگر ان ہی کے عہد میں کربلا کا المناک واقعہ پیش آیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف لشکر کشی میں خانہ کعبہ پر بھی آتش باری کی گئی۔ ان کی لاش تین دن تک سُولی پر لٹکی رہی اور جب ولید بن عبدالملک کے زمانہ کے فوجی قائدین میں قتیبہ بن مسلم، موسیٰ بن نصیر، طارق بن زیاد اور محمد بن قاسم نے اسلام کا جھنڈا ترکستان، بخارا، سمرقند، غرناطہ، قرطبہ، طلیطلہ، طوانہ، عمرانہ، سرطوس اور سندھ پر لہرایا تو یہ بھی المیہ ہے کہ اسی خاندان کے حکمران سلیمان عبدالملک کے عہد میں چاروں مایہ ناز فوجی قائدین موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔

یہ کیسا دردناک پہلو ہے کہ اسلام ساری تفریق مٹانے آیا تھا۔ مگر بنو ہاشم، بنو اُمیّہ کو بُرا سمجھنے لگے۔ شیعانِ علیؓ خلفائے ثلاثہ اور ان کے بعد کے تمام مسلمان حکمرانوں کو غیظ و غضب کی نظر سے دیکھنے لگے۔ خارجیوں نے امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ دونوں کے حامیوں کو گمراہ خیال کیا۔ عربی و عجمی، عدنان اور قحطانی، یمنی اور مصری کے نسلی امتیازات اور باہمی تعصبات بھی اچھی طرح ابھر گئے۔ حسد، رقابت، عناد اور نفاق اسلام کی تعلیم کے منافی ہے، مگر ان رذائل کی بدولت ولید ثانی اور یزید بن عبدالملک کا قتل بھی ہُوا اور جب عباسیوں نے بنوُ اُمیّہ کو مغلوب کیا تو ان کو چن چن کر قتل کیا اور ان کے اسلاف کی قبریں کھدُائیں۔

بنو عباس کی حکومت تقریبًا پانچ سو برس رہی۔ ان کی سلطنت کے حدود بنواُمیّہ سے تو نہیں بڑھے مگر ان کے فرمانرواؤں میں منصور کے زمانہ سے عباسی خلفاء روحانی پیشوا بھی تسلیم کئے جانے لگے۔ ہارون الرشید کے عہد کی تمدنی شان و شوکت، علوم و فنون کی ترقی، سیاسی بیدار مغزی، انتظامی اور فوجی قوت میں دنیا کی شاید ہی کوئی حکومت اس کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ مامون الرشید کے عہد میں جو علمی ترقی ہُوئی وہ بھی مسلمانوں کی تاریخ کا زرّیں باب ہے۔

اس کے ساتھ ان صدیوں میں مسلمانوں کے اختلاف کی تاریخ بھی دردناک رہی۔ علویوں، خارجیوں اور زندیقوں کو فرو کرنے میں جانی اور مالی نقصانات ہوتے رہے۔ باہمی نفاق کی وجہ سے ابوسلمہ، جعفر برمکی، فضل بن سہل، ابراہیم بن علی موسیٰ بن مصعب، نظام الملک طوسی، مامون الرشید کے بھائی امین اور خلیفہ متوکل علی اللہ کا قتل بھی ہُوا۔ مختلف علاقوں کے مسلمان حاکم مسلمانوں ہی کے خلاف بغاوتیں بھی کرتے رہے۔

جن علاقوں کی بغاوتیں سر نہ ہوسکیں وہاں خود مختار حکومتیں قائم ہوتی گئیں۔ اندلس میں اموی خلافت قائم ہوگئی۔ مصر میں فاطمیوں کی حکومت بن گئی۔ شمالی افریقہ میں ادریسی، قیروان اور صقلیہ میں اغلبی، یمن میں محمد بن ابراہیم نے زیادی، خراسان میں طاہر بن حسین نے طاہری، دیلم اور طبرستان کے کوہستانی علاقہ میں علوی، سیستان میں صفاری، ماوراء النہر میں سامانی، دیلم کے علاقہ میں آل بویہ نے دیلمی، وسط ایشیا میں سلجوقی اور موصل میں زنگی اور ایوبی حکومتیں علیحدہ علیحدہ قائم ہوگئیں۔

ان خاندانوں کے فرمانرواؤں میں کچھ ایسے بھی گذرے ہیں جن پر مسلمانوں کو فخر ہو سکتا ہے۔ اندلس کے عبدالرحمٰن اوّل اور ہشام بن عبدالرحمٰن نے قرطبہ کو سجا کر نادرۂ روزگار بنا دیا۔ وہاں کے عبدالرحمٰن ناصر کی فوج دنیا کی بہترین فوج سمجھی جاتی تھی، حاکم ثانی کے زمانہ میں اندلس علم و فن کا قابلِ رشک مرکز بن گیا تھا۔ سلجوقیوں میں طغرل نے ایک عالم کو اپنے سامنے جھکا لیا تھا، اس لیے سلطان العالم کہلاتا تھا۔ اسی خاندان کا ملک شاہ اپنی جہاں بانی کی بنا پر دنیا کے بہترین فرمانرواؤں میں شمار کیا جاتا تھا۔ زنگی خاندان میں نورالدین زنگی نے خلفائے راشدین کی یاد تازہ کر دی تھی۔ صلاح الدین ایوبی اپنی حکمرانی اور صلیبی لڑائیوں میں اپنی ہوشمندانہ پامردی کی وجہ سے آج بھی حکمرانوں کے لیے مشعلِ ہدایت ہے۔ اس نے بیت المقدس فتح کیا تو یورپ کے فرمانروا اپنی مشترکہ کوششوں کے باوجود اس کو اس سے واپس نہ لے سکے۔

نسلی قبائل، علاقائی اور ذاتی مفاد پرستی میں جو چھوٹی بڑی حکومتیں قائم ہوئیں وہ سب رفتہ رفتہ ختم ہوگئیں ان کے زوال کے اسباب جہاں سیاسی، اقتصادی، فوجی اور معاشرتی تھے وہاں بڑا سبب ان کی باہمی

آویزش تھی۔ ان میں اتفاق کی بجائے نفاق، اتحاد کی بجائے انتشار اور یگانگت کی بجائے منافرت رہی۔ یورپ کے عیسائی اندلس میں مسلمانوں کی حکومت کی بیخ کنی میں برابر لگے ہوئے تھے ایسے موقعوں پر وہاں کے مسلمانوں کو متحد رہنا چاہیئے تھا۔ مگر ان کو مصر کے فاطمیوں سے برابر خطرہ رہا۔ پھر بربری مسلمانوں اور ملوک عربوں کے باہمی اختلافات نے جلتی پر تیل ڈالا۔ اس طرح ساڑھے آٹھ سو برس کے بعد مسلمان اس مملکت سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو گئے جس سے عالمِ اسلام کے مسلمانوں کی عزت و ناموس پر اغیار کو ہنسنے کا موقع اس لیے ملا کہ۔ ع

عقابی شان سے جھپٹے تھے جو بے بال و پَر نکلے

ان ریاستوں کی علیحدگی پسندی سے بنو عباس کی حکومت بھی کمزور ہوتی گئی۔ ہاشمیوں اور علویوں کے علاوہ عربوں، عجمیوں اور ترکوں، شیعوں اور سُنّیوں، حنفیوں اور حنبلیوں کی باہمی آویزشوں سے یہ اور بھی بے جان ہوگئی۔ اس سے فائدہ اٹھا کر تاتاریوں نے اس کو روند ڈالا تو مسلمانوں کی ایک ایسی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ جس کے پیچھے بڑی شاندار روایات ہیں۔

تاتاریوں نے سلجوقیوں کو بھی تہس نہس کیا۔ مگر ان کی خاک سے ایشیا کوچک میں دولت عثمانیہ اُبھری جو آگے چل کر ٹرکش امپائر کہلائی۔ ایک زمانہ تھا کہ اس کے قلمرو میں مشرقِ وسطےٰ کے علاوہ یورپ میں سرویہ بلغاریہ، سلونیکا، البانیہ، بوسینا اور رودٹس ہنگری، بلغراڈ اور کریمیا وغیرہ بھی تھے۔ سلطان محمد فاتح تو روم کو بھی فتح کرنا چاہتا تھا۔ سلطان سلیم اوّل کے بعد تو یہاں کے سلاطین مسلمانوں کے خلیفہ بھی ہوگئے۔ سلطان سلیمان اعظم کے نام سے یورپ کی سلطنتیں بھی لرزتی تھیں۔ سلطان سلیم ثالث نے تو فرانس کے نپولین اعظم سے بھی ٹکر لی۔ سلطان عبدالحمید کے زمانہ میں عثمان پاشا نے روس سے ایسی بہادرانہ جنگ کی کہ وہ شیر پلونا کے نام سے مشہور ہوگئے۔

یورپ کے عیسائیوں کی نظروں میں دولتِ عثمانیہ بھی برابر کھٹکتی تھی۔ ترکوں کو محتاط بن کر اپنی یکجہتی کا ثبوت دینا چاہیئے تھا مگر ان میں بھی اندرونی طور پر بڑا اختلاف رہا۔ سلطان عثمان دوم اور سلطان سلیم ثالث قتل کئے گئے۔ سلطان مصطفےٰ سلطان ابراہیم، سلطان مصطفےٰ دوم اور سلطان عبدالحمید ثانی معزول کئے گئے۔ سلطان مُراد اور سلطان احمد سوئم کے وزیر اعظم بھی ہلاک کئے گئے۔ ترکوں نے نومُسلم عیسائیوں کی ایک فوج انکشاریہ کے نام سے تیار کی تھی، ان کی ریشہ دوانیوں سے اندرونی طور پر بڑا انتشار رہا۔

ایران کے صفوی سلاطین نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا تو وہ ترکوں کے معاند بن گئے وہاں نادر شاہ کے حملوں نے ان کو اور کمزور کر دیا۔ مصر کی ماتحت ریاست ذوالقدریہ نے ان سے سرکشی اختیار کی، ان اختلافات سے یورپ کی عیسائی حکومتیں کیوں نہ فائدے اٹھاتیں سلطان عبدالحمید ثانی کے زمانہ میں انگریزوں نے قبرص پر قبضہ کر لیا۔ مصر کو بھی اپنی نگرانی میں لے لیا۔ سوڈان پر لارڈ کچنر کا غاصبانہ اقتدار ہوگیا۔ اٹلی نے طرابلس کو زیر نگیں کر لیا۔ پھر یورپ کے سامراجیوں نے بلقان کی جنگ چھیڑ کر ترکوں کے یورپی علاقوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور جب ترکوں نے پہلی جنگ عظیم میں جرمنوں کا ساتھ دیا تو ان کی شکست کے بعد حجاز، عراق اور فلسطین کو انگریزوں نے لے لیا، شام فرانس کے قبضہ میں آ گیا ایشیا کوچک یونان کو ملا۔ قسطنطنیہ اور آبنائے باسفورس سب کی مشترکہ ملکیت میں آ گئے۔ سلطان عبدالمجید دوئم کی خلافت ختم کر دی گئی تو دولت عثمانیہ کا دور بھی تقریبًا ساڑھے چھ سو برس کے بعد ختم ہوگیا۔ ترکی میں جمہوری حکومت مصطفیٰ کمال کی صدارت میں قائم ہوئی۔ مگر خلافت کی وجہ سے مسلمانوں کی جو مرکزیت تھی وہ جاتی رہی۔

اور جب مسلمانوں کی حکومتیں علیحدہ علیحدہ ہو رہی تھیں تو چوتھی صدی ہجری میں افغانستان میں غزنویوں کی حکومت قائم ہوئی جو تقریبًا ڈیڑھ سو برس رہی۔ سلطان محمود غزنوی کو دنیا کے عظیم فاتحوں اور حکمرانوں میں شمار کیا جاتا ہے مگر غزنویوں کا خاتمہ غوریوں کے ہاتھوں ہُوا شہاب الدین غوری کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے ہندوستان میں مسلمانوں کی باضابطہ حکومت قائم ہُوئی جو مختلف خاندانوں میں منتقل ہو کر ساڑھے چھ سو برس تک

رہی۔ غلام سلاطین میں قطب الدین ایبک، شمس الدین التمش اور غیاث الدین، خلجیوں میں علاؤ الدین خلجی، تغلقیوں میں محمد بن تغلق، اور فیروز شاہ تغلق، افغانوں میں شیر شاہ، مغلوں میں بابر، اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں اور اورنگ زیب کے کارناموں پر مسلمان فخر کر سکتے ہیں۔ انہوں نے اپنی حکومت کے زمانہ میں ہندوستان کو جنت نشان بنا دیا تھا۔

مگر یہاں بھی مسلمانوں کی حکومت میں افراتفری رہی، تیمور مسلمان تھا مگر دہلی پر حملہ کرکے ایک مسلمان کی حکومت کو بیجان کر گیا۔ اُمراء برابر آپس میں جھگڑتے رہے۔ مغلوں کے آخری دور میں ہندوستانی اور غیر ہندوستانی، شیعہ اور سنّی امراء کے اختلافات سے حکومت کی بنیادیں ہل گئیں۔ پھر نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی پر کلنک کا یہ ٹیکہ ہمیشہ کے لیے لگ گیا کہ مسلمانوں کی ایک سلطنت پر حملہ آور ہوکر اس کو ختم کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔

چودھویں صدی ہجری میں نجد، حجاز عسیر، یمن امارت نواحی تسعہ، بحرین، کویت عراق بشمول فلسطین و شام اور مصر پر بظاہر عربوں کی حکومتیں رہیں مگر ان پر یورپ کی سامراجی قوتیں چھائی رہیں، ان میں سیاسی بیداری پیدا ہوئی تو مصر، سوڈان، عراق اور حجاز کو انگریزوں کی سامراجیت سے برأت ہوئی۔ الجزائر اور مراکش فرانسیسیوں کی غلامی سے آزاد ہوئے۔ یمن، تیونس اور لبنان کو بھی آزادی ملی مگر فرنگی میکاولیوں نے عراق اور اردن کو کاٹ دیا۔ یمن کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ لبنان کو عیسائیوں اور عربوں کے لیے وجہ تنازعہ بنا دیا۔ فلسطین اور خصوصاً بیت المقدس پر اسرائیلیوں کا قبضہ کرا دیا۔

کچھ نئی ریاستیں بھی بنیں۔ بحرین، قطر، اور ابوظہبی انگریزوں کے اثر سے آزاد ہوئیں تو عرب امارات کے نام سے اپنا وفاق بنایا، مسقط، عمان، زنجبار کی اب علیحدہ ریاستیں ہیں۔ افریقہ میں لیبیا، نائیجیریا اور مالی میں مسلمان حکومتیں ہیں۔

انڈونیشیا ولندیزیوں سے آزاد ہو کر اس وقت سب سے بڑی مسلم ریاست ہے ملائیشیا بھی اب مسلم ریاست بن گئی ہے پاکستان ہندوستانی مسلمانوں کی بڑی قربانیوں سے معرضِ وجود میں آیا مگر باہمی آویزش سے اس کے بھی دو ٹکڑے ہو گئے۔ بنگلہ دیش اب ایک علیحدہ مسلم ریاست ہے۔

عربوں نے قومیت کے سہارے اپنے کو منظم کرنے کی کوشش کی مگر ٹرکش ایمپائر نے ان کو جتنا متحد کیا تھا اتنا وہ عرب قومیت کے نام پر متحد نہ ہو سکے۔ سعودی عرب کے شاہ فیصل مرحوم نے تمام مسلمانوں کو اسلام کی لڑی میں پرونے کی کوشش کی مگر وہ اپنے ایک عزیز کے ہاتھوں ہی لقمۂ اجل ہو گئے۔ اب سارے عرب حکمت فرنگی سے سیاسی کھلونے بن کر رہ گئے۔ ؎ جو سراپا ناز تھے ہیں مجبورِ نیاز

جمال الدین افغانی نے بھی پان اسلام ازم کی تحریک چلائی تھی۔ ڈاکٹر محمد اقبال کی تمنا تھی کہ نیل کے ساحل سے لے کر کاشغر کی خاک تک مسلمان ایک ہوں۔ مگر وہ اپنی آرزوؤں کے خواب کی تعبیر کیا دیکھتے کہ سمرقند، بخارا اور تاشقند جہاں سے اسلامی علوم وفنون کا سرچشمہ بہا تھا کمیونزم کے زیر اثر ہیں۔ عراق اور شام نے اسلامی تعلیمات کو چھوڑ کر اشتراکی خیالات کو اپنایا ہے۔ افغانستان روس کی گود میں جا رہا ہے سعودی عرب پاکستان اور ایران سے اسلامی دستور کی آوازیں بلند ہوئیں مگر اب تک اس کے عملی پہلو ہاں کھل کر سامنے نہیں آئے۔

مسلمان اپنی نسبت ابراہیمیؑ سے معمارِ جہاں بننے کے لیے آئے تھے، وہ رازِ کن فکان تھے۔ آخری نبوت کے ارمغاں تھے۔ زمین ایشیا کے پاسباں بنائے گئے تھے، مگر وہ سوچیں کہ اب کیا ہیں؟ یہ صحیح ہے کہ کسی زمانہ میں انہوں نے جہانداری، جہانبانی اور جہاں بینی کی اعلیٰ مثالیں پیش کیں مگر اب وہ اپنے عروج سے زیادہ اپنے زوال کے اسباب پر غور کریں!

وہ اسلامی اخلاق کے فضائل سے آراستہ رہے تو اُبھر کر جھپٹے، پلٹے اور پلٹ کر جھپٹے بھی۔ مگر دنیاوی اخلاق کے رذائل میں مبتلا ہُوئے تو گرے اور گرتے چلے گئے۔ اسلام کی تعلیم تھی کہ مسلمان اپنی یگانگت اور موانست میں سیسے کی دیوار بنے رہیں، کسی ایک مسلمان کے تلوے میں خار چبھے تو دوسرا مسلمان اس کی خلش اپنے سارے جسم میں محسوس کرے۔ مگر ان کی تاریخ (باقی صفحہ پر)

حکیم محمد سعید

تیمارداری

اسلام نے تیمارداری اور عیادت کے بھی آداب سکھائے ہیں

حق تعالیٰ جل شانہٗ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنا کر اس کرۂ ارض پر بھیجا اور انسان اشرف المخلوقات قرار پایا تو اس سے انسان کا شرف ونجب متعین ہو گیا۔ انسان کی شرافت ونجابت کو برقرار رکھنے کے لیے اور انسان کو ظلمت وتاریکی سے نور اور روشنی میں لانے کے لیے قرآنِ کریم میں جگہ جگہ ارشادات ہمیں ملتے ہیں۔ اور ہدایات ملتی ہیں۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہوا ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۔ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (المائدہ: ۱۶)

یعنی، تمہارے پاس خدا کی طرف سے روشنی اور کتاب مبین آچکی ہے۔ جو رضا الٰہی اور امن کی راہ پر چلنا چاہتا ہے یہ کتاب اس کی راہنمائی کرتی ہے اور اس کو ظلمت اور تاریکی سے نکال کر خدا کے حکم سے اسے نور کی طرف لے جاتی ہے اور ان کو سیدھی راہ پر چلاتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہماری راہنمائی کے لیے اپنے رسول جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا جنہوں نے اپنے عمل صالح سے اور جہد مسلسل اور سعی پیہم سے انسان اور انسانیت کا وہ نمونۂ کامل پیش کیا اور وہ عظیم مثال قائم کی کہ قرآن جس کا متقاضی تھا اور انہوں نے وہ دائمی طریقِ زندگی اور مستقل اصول حیات قائم کئے جن کا قرآن داعی ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد برحق روشنی بن گیا کہ:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (الحدید: ۲۵)

بیشک ہم نے اپنے رسول آیات و بینات کے ساتھ بھیجے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری تاکہ لوگ راہ اعتدال پر قائم ہو جائیں۔

اگر ہدایاتِ ربانی اور ارشاداتِ نبویؐ کی روشنی میں انسان اپنے لیے راہ متعین کر لے تو اس کرۂ ارض پر صرف امن ہی قائم رہ سکتا ہے اور کوئی فساد پیدا نہیں ہوسکتا انسانی تنظیم کو صحیح و صالح اصول وتصورات کی اساس پر کھڑا کیا جائے تو امن اور خوشحالی، معاشی توازن، جذبۂ اخوت اور مساواتِ عامہ کی ضیاباریوں سے زمین کا چپہ چپہ چمک سکتا تھا، روشن ہو سکتا ہے

قرآن حکیم اور احادیث نبویؐ سے رشد و ہدایت کا جو چشمہ جاری ہُوا ہے اس سے انسان کی زبان ڈھلتی ہے اور ایک مومن کی زبان سے کلمہ خیر ہی نکلتا ہے۔ اسلام نے کلمہ خیر کو بڑی اہمیت دی ہے۔ کلمۂ پاکیزہ کے لیے قرآن حکیم میں ارشاد ہُوا ہے:

مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِى السَّمَآءِ تُؤْتِىْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۔ (ابراہیم: ۲۴)

یعنی، پاکیزہ کلمہ کی مثال اس پاکیزہ درخت کی سی ہے جس کی جڑیں زمین میں مضبوطی کے ساتھ گڑی ہوئی ہوں اور شاخیں بلندی میں لہرا رہی ہوں اور وہ اپنے رب کے حکم سے ہر موسم میں پھل لاتا ہے۔

کلمہ پاکیزہ اور عمل خیر کے اس پس منظر کی روشنی میں اگر ہم غور کریں تو ایک مریض کی تیمارداری میں اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ مریض عدم صحت کی وجہ سے جسمانی اور ذہنی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے اسے دور کرنے کے لیے دوا اور دُعا

دونوں کی ضرورت ہوتی ہے پھر شرفِ انسانیت اس کا بطور خاص متقاضی ہوتا ہے کہ نہ صرف مریض کے آرام کا خیال رکھا جائے بلکہ اس کی دل جوئی بھی کی جائے اور عمل خیر اور کلمہ پاکیزہ سے اس کے دکھ کا مداوا کیا جائے۔

اسلام اپنے معاشرتی نظام کی بنیاد رنگ، نسل، وطن اور قوم پر نہیں رکھتا اس کے تحریک انسانیت میں سارے انسان برابر ہیں اور ایک دوسرے کی ہمدردی مدد اور غمگساری کے مستحق ہیں۔ جہاں تک انسانیت کا تعلق ہے وہ ایک دوسرے کے بھائی ہیں اسلام انسانوں میں جس فرق کو مانتا ہے وہ فکر و نظر، خیالات اور عقائد کا اختلاف ہے جس سے اسلامی معاشرے کی بنیاد پڑتی ہے اور اسی کی بنیاد پر مسلم اور غیر مسلم کا فرق قائم ہوتا ہے۔ فکر و نظر، خیالات اور عقائد کے اس بیّن فرق کے باوصف وہ انسانی رشتے کو منقطع نہیں کرتا جہاں تک کہ انسانی ہمدردی کا تعلق ہے اسلام غیر اسلامی معاشرے کو زیادہ سے زیادہ ہمدردی کے حقوق دیتا ہے۔

اسلام نے تیمار داری اور عیادت کے بے ساتھ مسلم اور غیر مسلم کی کوئی قید نہیں لگائی بلکہ ہر وہ شخص جو بیمار ہے یا کسی آزار میں مبتلا ہے جہاں تک انسانیت کا تعلق ہے ایک مسلمان کو اس سے ہمدردی کرنی چاہیئے۔

پھر اسلام نے تیمار داری اور عیادت کے بھی آداب سکھائے ہیں۔ مثلاً یہ کہ جب آپ کسی بیمار کی مزاج پرسی کے لیے اس کے گھر جائیں تو اس سے اظہار ہمدردی کیجیے اسے تسلی و تشفی دیجیے اور اسے اللہ کے فضل و کرم سے مژدہ سنائیے۔

حدیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بیمار کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو اس کی پیشانی اور نبض پر ہاتھ رکھتے اس کی صحت کے لیے دعا فرماتے اور فرماتے کہ انشاءاللہ جلد اچھے ہو جاؤ گے۔

تیمار داری اور عیادت کے آداب میں یہ بات بھی داخل ہے کہ جب کسی مریض کے پاس جایا جائے تو اس سے پوچھا جائے کہ تمہارا دل کس چیز کو چاہتا ہے؟ اگر وہ چیز اس کے طبیب اس کو منع نہ کرتے ہوں اور عیادت کرنے والے میں اس کی قدرت بھی ہو تو وہ چیز اس کے لیے مہیا کر دے۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سات باتوں کا حکم دیا تھا جن میں سے ایک بیمار کی مزاج پرسی بھی ہے عیادت کے آداب میں یہ بھی ہے کہ جب کسی مریض کے پاس جائیں تو نہ اس سے زیادہ باتیں کی جائیں اور نہ اس کے پاس دیر تک بیٹھا جائے اور نہ آواز بلند کی جائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرمایا کرتے تھے کہ مریض کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھنا اور شور و شغب نہ کرنا سنت ہے

تیمار داری اور عیادت کے آداب میں یہ بات بھی داخل ہے کہ مریض کے رشتہ داروں اور متعلقین سے بھی مریض کا حال پوچھئے اور ان کو تسلی و تشفی دیجیے۔ دواؤں کے لانے، طبیبوں کے دکھانے اور مریض کی دوسری خدمتوں میں ان کی مدد کیجیے۔ غیر مسلم بیمار کی تیمار داری کرنی چاہیئے اور اس کی عیادت کے لیے جانا چاہیئے۔ اور اگر موقع ہو تو اسے انسانیت کی خوبیاں بھی سمجھانی چاہیئں۔ کیونکہ بیماری میں انسان خدا سے زیادہ لَو لگائے ہوتا ہے ممکن ہے کہ وہ حق کو قبول کرلے۔

تیمار داری اور عیادت کے آداب میں یہ امر بھی واجب تعمیل ہے کہ جب کسی کے گھر عیادت کے لیے جایا جائے تو احتیاط سے ایسی جگہ بیٹھا جائے جہاں سے گھر کی خواتین پر نظر نہ پڑے۔

عیادت کے ضمن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جب تم کسی مریض کے پاس عیادت کے لیے جاؤ تو اس سے اپنے لیے بھی دعا کی درخواست کرو، کیونکہ مریضوں کی دعا ایسی ہے جیسے فرشتوں کی دعا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مریضوں کے لیے جو دعا فرماتے وہ یہ تھی۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُکَ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا۔

ترجمہ: اے اللہ اس کی تکلیف کو دور کر۔ اے انسانوں کے رب اس کو شفا عطا فرما تو ہی شفا دینے والا ہے۔ تیری شفا کے بغیر کوئی شفا نہیں تو اسے ایسی شفا دے کہ بیماری کا نام و نشان نہ رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تیمار داری کی ایسی بلند رعایات قائم ہوئیں کہ بعد میں اس نے ایک مستقل فرض و فن کی حیثیت اختیار کرلی

حکیم عبدالرشید ارشد خطیب موہنی روڈ لاہور

امام الانبیاء علیہ السلام کے اخلاقِ عالیہ

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو ہی برگزیدہ بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ لیکن خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ صفات و خصوصیات عنایت فرمائی گئیں جو آپؐ کو دوسرے رسولوں اور نبیوں سے ممتاز کرتی ہیں یہاں پر ان خصوصیات کا ذکر عمل کی ترغیب کے لیے کیا جا رہا ہے کیونکہ آج کا مسلمان اس میں بہت سست ہے۔ صحابۂ کرامؓ نے آپؐ سے سچی اور عملی محبت کی آپؐ کی ہر سنت کو زندہ رکھا اور اس سلسلہ میں کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔

عدل

عدل آپؐ کی صفت ہے جو امّت کے لیے مشعل راہ ہے۔ فاطمہ نامی مکّہ کی ایک عورت چوری کے جرم میں بحیثیتِ مجرمہ دربارِ رسالت میں لائی جاتی ہے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ جن سے حضور علیہ السلام نہایت ہی شفقت فرماتے تھے آگے بڑھتے ہیں اور مجرمہ کی معافی کی سفارش کرتے ہیں۔

حضور علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ اللہ کی حدود میں سفارش کی جرأت؟ خدا کی قسم اگر فاطمہ بنتِ محمد بھی چوری کرتی تو اس کے ہاتھ بھی کاٹ دیئے جاتے۔

عفو و کرم

عفو و درگذر کا یہ عالم تھا کہ آپؐ سے کتنا بھی کوئی ناروا سلوک کرتا آپ درگذر فرماتے انتقام نہ لیتے بلکہ جتلاتے تک نہیں اور معاف فرما دیتے۔

(۱) حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ ایک اعرابی آیا۔ حضور کی چادر کو زور سے کھینچا جس سے حضور کی گردن میں نشان پڑ گئے۔ وہ اعرابی بولا محمدؐ یہ میرے دو اونٹ ہیں ان کے لیے کچھ سامان مجھے دے دیجیئے کیونکہ جو مال آپ کے پاس ہے وہ نہ آپ کا ہے۔ نہ آپ کے باپ کا ہے۔ آپ خاموش رہے اور توقف سے فرمایا۔ مال اللہ کا ہے اور میں اس کا بندہ ہوں۔ پھر آپ نے پوچھا جو برتاؤ تم نے مجھ سے کیا ہے تم اس پر ڈرتے نہیں ہو؟ اعرابی بولا۔ نہیں آپ نے فرمایا کیوں؟ — اعرابی نے کہا کہ مجھے معلوم ہے آپ کبھی برائی کے بدلے بُرائی نہیں کرتے۔ حضور نے تبسّم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ایک اونٹ کے بوجھ برابر جوَ اور دوسرے کے لیے کھجوریں دے دی جائیں۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے کہ کوہ تنعیم سے اسّی افراد حضور کے قتل کے ارادہ سے اترے اور صبح کی نماز کا وقت منتخب کیا۔ عین موقع پر پکڑے گئے مگر حضور نے سب کو چھوڑ دیا اور معاف فرما دیا۔

خیبر کی رہنے والی یہودیہ زینب بنتِ حارث آپؐ کو گوشت میں زہر ملا کر دیتی ہے اور اقرار جرم بھی کرتی ہے لیکن عفوو کرم کے پیکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے بھی معاف فرما دیتے ہیں۔

(۳) تواضع

تواضع آپ کی صفات میں سے ہے تواضع سے ہی انسانیت کی معراج حاصل کی جاسکتی ہے۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

دلا گر تواضع کنی اختیار
شود خلق دنیا ترا دوست دار

اگر تو تواضع اختیار کرے تو دنیا والے تجھ سے دوستی کرنے لگیں گے۔ آپ خچر پر سواری فرماتے اور دوسروں کو بھی اپنے ساتھ سوار کر لیتے۔ مجلس میں فقراء کے ساتھ مل بیٹھتے۔ جہاں جگہ ملتی تشریف فرما ہو جاتے غریبوں سے دوستی رکھتے۔ اور دشمنوں کی عیادت کرتے۔ (باقی صفحہ ۲۲ پر)

عوام کے مسائل اور اُن کا حل

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

ترتیب : منظور احمد الحسینی

تیز و تند نامہ

سائل : قمر عالم
گلبرگ کالونی : پشاور

س : آپ کے جوابات جو روزنامہ جنگ میں چھپتے ہیں تو میں ان کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جب آپ کوئی جواب دیا کریں تو یہ بات خاص طور سے ذہن میں رکھیں کہ آپ کا جواب ناظرین کی روشن خیالی اور وسعتِ بصیرت کو مزید وسیع کرنے کا حامل تو ہو۔ لیکن تنگ نظری اور تعصب کے پیدا کرنے کا ذریعہ نہ بنے۔

ج : آپ کا اندازہ بالکل صحیح ہے میں کسی شرعی مسئلہ کے لیے اپنی تنظر خدا اور رسول تک محدود رکھتا ہوں اگر جناب کی نظر میں یہ تنگ نظری ہے تو ایسی تنگ نظری پر ہزاروں روشن خیالیاں قربان۔

س : میں ایک دفعہ پھر معذرت خواہ ہوں اور یہ کہنا چاہتا ہوں کہ صرف فقہ اور حدیث کی چند کتابیں پڑھ لینا عالم ہونے کے لیے کافی نہیں بدلتے۔ حالات کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارے عالموں کو کم از کم مروّج دنیاوی علوم کا جاننا اور معاشرہ کی جدت کا احساس ہونا چاہیئے۔

ج : جب مسئلہ فقہ اور حدیث کا ہو تو اس کے لیے حوالہ بھی فقہ اور حدیث کا دینا ہوگا نہ کہ ناول اور افسانوں کا۔ مسلمانوں کو حالات بدلنے کا حکم ہے نہ کہ حالات کے مطابق خود بدلنے کا۔

ع خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

س : آپ نے کسی شمارے میں فوٹو کھنچوانا اور اس کا گھر میں رکھنا مکروہ فعل قرار دیا حالانکہ وقت کا تقاضا یہ ہے کہ فوٹو کی بدولت گھر بیٹھے سینکڑوں سال پرانی اور ہزاروں میل دور ایک واقعہ یا کسی شخص سے متعارف ہوتے ہیں۔

ج : لیکن خدا سے بیگانہ ہو جاتے ہیں۔

س : شناختی کارڈ میں اس کا بہت اہم کردار ہے ورنہ شاید لاکھوں فراڈ اور دھوکے اور جاسوسوں کی موجودگی سے چھٹکارا پانا مشکل ہو جائے؟

ج : فراڈ اب شناختی کارڈ کے دور میں زیادہ ہوتے ہیں یا جب یہ لعنت ہم پر مسلط نہیں تھی اس وقت زیادہ ہوتے تھے؟

س : یہ فوٹو ہی کا کمال ہے کہ حج بیت اللہ کا روح پرور نظارہ گھر بیٹھے ہو جاتا ہے ہر چیز کا بُرا پہلو واقعی قابلِ گرفت ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی افادیت کو نظر انداز کیا جائے۔

ج : روح ہی نہ ہو تو روح پرور نظارے کا فائدہ؟

روح ہے حکم الہٰی کی دلوانہ وار تعمیل جس کی آپ مٹی پلید کر رہے ہیں اور تنگ نظری کہہ کر اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔

س : اسی طرح سود کو اچھالا جا رہا ہے حالانکہ موجودہ تحقیق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ سود عرف عام میں سود کی تعریف کچھ اس طرح ہے کہ یہ سرمایہ اجرت ہے جس طرح زمین کا لگان، مزدور کی مزدوری اور مالک کا منافع، بلاوجہ الجھن میں ڈالنا قطعی اسلام کی خدمت نہیں۔

ج : قرآن کریم میں ہے کہ دورِ نبوی کے کافر بھی یہی کہتے تھے:

"اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰو"

س : مجھے جس چیز نے صدمہ پہنچایا ہے وہ شکاگو کے شہیدوں کی بے حُرمتی ہے۔ جو آپ سے اور ایک سوال کرنے والے نے کی ہے۔ جناب ذرا ماضی کی طرف چلے جائیں جہاں مزدور اور محنت کش سے اتنا شدید کام لیا جاتا تھا کہ اس کی موت واقع ہو جانا آجر کے لیے بہت معمولی بات ہوتی تھی۔ مزدور کے اوقات کار متعین نہ تھے۔ صحت صفائی۔ یا کسی سہولت کا طلب کرنا جرم تھا شکاگو کے شہیدوں نے اپنے خون کی قربانی دے کر مزدوروں کے لیے ایسے حالات پیدا کیے تو آج مزدور کے لیے اوقات کار متعین ہیں۔ معاشرہ میں عزت ہے اور کچھ حد تک صحت، صفائی اور علاج معالجہ جو آج مزدوروں کو مل رہا ہے وہ ان کی قربانی کا فیض ہے۔

ج : اگر آپ کے نزدیک کافر بھی شہید ہو سکتا ہے تو آپ کا صدمہ بجا ہے لیکن قرآن اُن کو شر البریہ کہتا ہے۔

س : جناب چند ایک مثالیں چھوڑ کر ہمارے مسلمان بھائی ماضی میں غلاموں کے بہت بڑے تجار تھے اور غلاموں کا بہت رواج تھا اور ظلم و ستم کی داستانیں چھپی ہوئی ہیں۔

ج : جس طرح روس اور دیگر اشتراکی ممالک نے پوری انسانی آبادی کو غلام بنا رکھا ہے۔؟

س : کسی مسلمان کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ مزدوروں اور غلاموں کے لیے کوئی صحت افزا اور بہتر قانون بناتے شکاگو کے شہید تمام انسانیت کے لیے قابل فخر ہیں اور تاریخ ان کو ہمیشہ نیک نام سے یاد کرے گی آپ بخل سے کام نہ لیں۔

ج : یہ جناب کی تنگ نظری اور تعصب تو نہیں؟ کیا جناب کو معلوم نہیں کہ مسلمان قانون نہیں بنایا کرتے۔ ان کا قانون بنا بنایا موجود ہے اور اس میں غلاموں کے احکام بھی موجود ہیں۔ کیا یہ خالص غلط بیانی نہیں کہ مسلمانوں نے کوئی قانون نہیں بنایا۔

س : اگر آپ روشن دماغی سے سوچیں تو شکاگو کے شہیدوں کی عظمت اور احترام کا ضرور احساس کریں گے۔

ج : میں خدا اور رسول کو مانتا ہوں جو شخص ان کا احترام نہیں کرتا میں ان کا احترام کرنے سے معذور ہوں۔

س : میں مزید اضافہ کے طور پر کہتا ہوں کہ عالم اسلام باوجود بے شمار قدرتی وسائل، افرادی قوت اور دولت کے دنیا میں تاریکی میں ڈوبے ہوئے ہے نہ کوئی ڈھنگ کی حکومت ہے نہ کوئی نظام اور نہ ہی کوئی انسانیت، جس نے چاہا کھینچ دیا، جس نے چاہا، دبا دیا آخر کیوں؟

ج : اس لیے کہ مسلمانوں کی قیادت آپ جیسے روشن خیالوں کے ہاتھ میں ہے

س : میں سمجھتا ہوں کہ آپ جیسے عالموں کے طفیل ہے۔

ج : ہماری شامت اعمال نہ ہوتی تو مسلمان قوم کے لوگ اس قدر بیگانہ نہ ہوتے اس لیے آپ صحیح فرماتے ہیں ہماری شامتِ اعمال کا طفیل ہے۔

س : میں گستاخی کی ایک دفعہ پھر معافی چاہتا ہوں۔ جناب جن ممالک سے شکاگو کے شہیدوں کا تعلق ہے وہاں مزدور اور محنت کش بے انتہا خوشحال ہے۔

ج : کاش آپ نے ڈھول کی آواز دور سے سننے پر کفایت نہ کی ہوتی تو آپ کو معلوم ہوتا کہ اسلام کو وہاں کس طرح کچلا گیا۔ انسانیت کی مٹی کس طرح پلید کی گئی اور مزدوروں کے نام پر کس قسم کی ڈکٹیٹر شپ قائم کی گئی۔ آپ خود معذور ہیں۔ آپ نے نے صرف سبز باغ دیکھا ہے۔

س : وہاں کسی آجر کی مجال نہیں کہ وہ مزدور کو سخت سست کہہ سکے یا اس کی عزت نفس کو مجروح کرے۔ اگر آجر کسی مزدور کی کارکردگی سے مطمئن نہیں تو اُس کو اس کے رہائشی پتہ پر یہ خط لکھے گا اور ساتھ ہی بقایا جات کا چیک ارسال کر دے گا اور اگر وہ خط دو چار دس روز تک اس کو نہ ملے اور وہ لاعلمی میں ڈیوٹی پر آتا رہے تب بھی آجر اُس کو قبول کرے گا اور بصورت ملنے خط کہ مزدور ملازمت کے جواب کی صورت میں خلفشار کا شکار نہ ہوگا۔ بلکہ دفتر روزگار تاآنکہ متبادل ملازمت دستیاب نہ ہو سکے تمام اخراجات ادا کرے گا۔ یہ سہولت کسی سرمایہ دار یا آجر نے مزدور کو تحفہ میں نہیں دی بلکہ یہ ان شکاگو کے شہیدوں کے خون کا نذرانہ ہے۔

ج : وہاں کوئی آجر اور اجیر کہاں؟ اسٹیٹ آجر ہے اور باقی سب اس کے رحم و کرم پر ہیں نہ وہ ہڑتال کر سکتے ہیں نہ احتجاج اور نہ مطالبہ۔

ٹی وی اور اسلامی پروگرام

مسٹر عبد الستار - کراچی ۱۸

س : ٹیلی ویژن کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ آیا اس کے دیکھنے کا جواز کسی صورت میں ہو سکتا ہے؟ ٹیلیویژن پر بعض اوقات اسلامی پروگرام بھی دکھائے جاتے ہیں، کیا ان کا دیکھنا جائز ہے۔ اسی طرح ٹی، وی پر حج کے مناظر کا دیکھنا کیسا ہے۔ یا کسی

باقی صفحہ ۲۸ پر

قاری کو قرآن پاک کی تلاوت کرتے دیکھنا وغیرہ ان سب امور کی شریعت میں کیا حیثیت ہے اور اگر ممانعت ہے تو کس درجہ کی ممانعت ہے۔؟

ج: ٹیلی ویژن پر تصویر کا دیکھنا نہ مردوں کو جائز ہے۔ نہ عورتوں کو اور حج کی فلم دیکھنا اور بھی بُرا ہے۔

س: ریڈیو پر نعتوں کا سننا کیسا ہے جب کہ نعت خواں عورت ہو؟ اسی طرح عورتوں کی آواز میں خبروں کا سننا جائز ہے یا نہیں۔؟

ج: عورت کی آواز میں نعت کا سننا جائز نہیں اسی طرح جو قوالی ساز اور آلات کے ساتھ ہو اس کا سننا بھی جائز نہیں۔

س: میلاد کی محفلوں کا منعقد کروانا، یا ایسی محفلوں میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ اگر محفلِ میلاد ریڈیو یا ٹی وی میں منعقد ہوں تو ان کا سننا یا دیکھنا کیسا ہے؟

ج: آج کل محفلِ میلاد بہت سی شرعی قباحتوں پر مشتمل ہوتی ہے اس میں شرکت کرنا درست نہیں ریڈیو اور ٹی وی کا حکم اُوپر لکھ چکا ہوں۔

بقیہ: اخلاق عالیہ

سرہانے رکھ دی۔ حضرت عائشہ نے دیکھا کہ حضور بار بار اٹھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور پھر لیٹتے ہیں۔ ام المومنین نے عرض کی کوئی تکلیف تو نہیں۔؟ فرمایا نہیں۔ پھر پوچھا کوئی خاص وحی یا حکم نازل ہُوا ہے جس کی وجہ سے آپ کو نیند نہیں آتی۔؟ ارشاد فرمایا یہ چاندی ہے جس کی وجہ سے مجھے نیند نہیں آتی۔ مجھے ڈر ہے کہ میری موت آجائے اور یہ چاندی میرے پاس ہو۔

یہ بات قابلِ غور ہے کہ ہمارے نبی دنیا کے معاملے میں کتنے بے نیاز تھے۔ ہم تو اس کے پیچھے بھاگتے اور جمع کرتے ہیں۔

جب تک حضور کے طریقوں کو نہ اپنایا جائے گا کامیابی ناممکن ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کی صحیح پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔

لمحۂ فکریہ

امریکہ میں نئے سال کے آغاز سے بین الاقوامی سطح پر مختلف ممالک میں غیر سیاسی عوام کو عیسائی بنانے کی ایک ۵ سالہ مہم شروع کرنے کا پروگرام بنایا گیا ہے جس کو ایک ارب ڈالر کی مہم کا نام دیا گیا ہے۔ اس مہم کا منصوبہ "یہاں زندگی ہے" کے نام سے امریکہ میں حال ہی میں قائم شدہ ایک تنظیم نے بنایا ہے.... تنظیم کے چیئرمین نے جنیوا سے ورلڈ کونسل آف چرچز کے نمائندوں کے سامنے یہ منصوبہ پیش کیا ہے جو عیسائی مشنری کی اب تک کی تاریخ میں ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے....

اس مہم کا مقصد عیسائی مذہب کا پیغام اور عیسائی چرچز کی سرگرمیوں کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانا ہے۔ اس پروگرام پر کامیابی کے ساتھ عمل درآمد کے لئے تربیت یافتہ پادریوں کو جدید ترین تکنیک کے ساتھ کام کرنے کو کہا جائے گا یہ پادری اور ہر ملک کے قومی چرچ دیگر عیسائی تنظیموں کے تعاون سے اس پروگرام کو عملی جامہ پہنائیں گے۔

ایک ارب ڈالر کی اس تازہ مہم کو شروع کرنے کے لئے ایک کروڑ ڈالر کی ضرورت ہو گی۔ جس کے لئے ایک تہائی امریکہ کے صنعت کاروں، مذہبی تنظیموں اور نجی طور پر عیسائی مخیر افراد کی جانب سے جمع کیا جا چکا ہے۔

روزنامہ جنگ کراچی ۲ جنوری ۱۹۶۹ء

شُکریہ

ہمارے بزرگ محترم حضرت الحاج حافظ غلام یسین صاحب قدس سرہٗ کے سانحۂ ارتحال پر ملک بھر کے بزرگوں، احباب اور اعزّہ نے مختلف ذرائع سے ہمدردی کا اظہار کیا۔ خدام الدین کے ذریعے ان سب حضرات کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آں مخدوم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد رمضان علوی جامع مسجد گلشن آباد۔ راولپنڈی
محمد حفیظ الرحمان محمد عزیز الرحمان خورشید —— بھیرہ
محمد سعید الرحمٰن علوی ایڈیٹر خدام الدین لاہور

دُعائے صحت

ہمارے مخلص ایجنٹ صوفی نذیر احمد قادری صاحب جامع مسجد اہلحدیث ملکاں والی سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ بہت علیل ہیں دُعا کی درخواست ہے (ادارہ)

بہنوں کا صفحہ

پردہ اور مسلمان خاتون

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا محمد مالک کاندھلوی مدظلہ

حق تعالیٰ شانہٗ کا فرمان ہے:

یاایھا الناس قد جاءتکم موعظۃ من ربکم وشفاء لما فی الصدور و ھدًی ورحمۃ للمومنین ٥ کہ اے لوگو! یقیناً آچکا ہے تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے پیغام نصیحت اور شفا ان تمام بیماریوں کے واسطے جو قلوب میں ہیں اور ہدایت و رحمت کا سامان اہل ایمان کیلئے؛

اس فرمان خداوندی کی روشنی میں ہر مومن کو یہ سمجھنا اور اس بات پر یقین رکھنا ضروری ہے کہ قرآنی ہدایات و تعلیمات اور خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ مبارکہ ہر مسلمان کے لیے رشد و فلاح اور سعادت و خیر کا پیغام اس کے باطنی اور روحانی امراض کے لیے نسخۂ شفاء اور اس کی دنیوی و اخروی حیات کے لیے رحمت و ہدایت ہے۔

اسلام ایک معاہدہ ہے، اطاعت خداوندی اور احکام نبوی کی پیروی کے لیے۔ اس لیے ہر شخص جو بھی کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرکے حلقۂ بگوش اسلام ہو چکا اس کے اس اقرار کے بموجب اس پر یہ پابندی عاید ہو گئی ہے کہ وہ اپنی زندگی اور زندگی کے تمام شعبے اپنے اعمال و اخلاق اور تمام طور و طریق احکام شریعت کے اس طرح مطابق بنائے کہ اس کی زندگی کا ہر شعبہ اور اس کا ہر عمل اور حال اسلام کا مکمل و کامل نمونہ ہو۔ اس کی ہر ادا اس فرمان مبارک کی ترجمانی کرتی ہو۔

رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم رسولا۔

کہ میں راضی اور خوش ہوں اللہ کے رب ہونے پر اور اس پر کہ اسلام میرا طریق حیات اور طرز زندگی ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسولِ خدا ہونے پر۔

انسان کو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس کی معاشرت و تمدن پر حدودِ خداوندی عائد نہیں ہیں اور اس کو آزادی ہے کہ وہ جس قسم کا تمدن اور طرز زندگی چاہے اختیار کرلے۔ نہیں۔ بلکہ خداوند عالم نے اس کامل اور جامع دین اسلام میں زندگی کے ہر شعبہ کے احکام مقرر فرما دیئے ہیں مسلمان کے کھانے پینے، اس کے لباس وضع و قطع اور نشست و برخاست کے جملہ احکام و آداب مقرر کرکے اس کی زندگی حدود شریعت کی پابند بنا دی گئی اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ اعلان کروا دیا گیا۔

ان ھٰذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ۔

کہ بیشک یہ ہے میرا راستہ اس طرح کہ یہ نہایت سیدھا ہے (جس میں کسی قسم کی کوئی کمی اور ٹیڑھا پن نہیں) لہٰذا اے مسلمانو تم صراط مستقیم کی پیروی کرو اور ہرگز دوسرے راستوں کو مت اختیار کرو کیونکہ یہ راستے تم کو اصل راستے سے (اور منزل سے) بھٹکا دیں گے۔

اور انسانی اعمال و احوال کی بے راہ روی اور ادنیٰ سے ادنیٰ غلطی اور فروگذاشت پر یہ تہدید و تنبیہ نازل فرما دی گئی۔

ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا (اسراء-۱۰)

کہ بیشک انسان کے کان، اس کی
آنکھ اور اس کا دل غرض ان میں
سے ہر ایک چیز کے متعلق باز
پرس ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے حدود
مقرر کردیں اور فرما دیا۔
تلك حدود الله ومن يتعد
حدود الله فقد ظلم نفسه (الطلاق)
کہ یہ ہیں اللہ کی مقرر کردہ حدود،
اور جو شخص بھی اللہ کی حدود سے
تجاوز کرے گا وہ یقیناً اپنے پر ظلم
کرنے والا ہوگا۔
اور اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
کی زبان مبارک سے یہ بھی اعلان فرما دیا۔
قل اطیعوا اللہ والرسول فان
تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین (آل عمران پ۳)
کہ اے ہمارے پیغمبر کہدو کہ اطاعت
کرو۔ اے لوگو! اللہ کی اور اس
کے رسول کی اطاعت کرو پس سمجھ
لو کہ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو پسند نہیں
فرماتا ہے۔

بقیہ: احادیث الرسولؐ

جلہ ہو یا محض و ھی الجماعۃ
مفہوم دونوں کا یکساں ہے۔ کیونکہ
اللہ کے رسول علیہ السلام سے براہ
راست اکتساب کرنے والے صحابہ
ہی تھے۔ انہوں نے دین کی ہر جزئی
کو رسول برحق سے سیکھا، اس پر عمل
کیا اور بلا کم و کاست اس کا
ایک ایک شوشہ کمال دیانت کے
ساتھ امت کی طرف منتقل کردیا
اسی لئے امام ابو زرعہ رحمہ اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں کہ صحابہؓ پر جرح و تنقید
کرنے والے دین کو مجروح کرنا چاہتے
ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ دین اسلام
کے نزول کے عینی گواہ مجروح ہو
جائیں اور دین پر سے لوگوں کا
اعتماد اٹھ جائے۔ اس قسم کے
رسوائے زمانہ لوگوں کے متعلق حدیث
میں لعنت آئی ہے اور انہیں بہت
ہی برے لفظوں میں یاد کیا گیا ہے
امت کی بہتری اور فلاح رسول برحق
اور صحابہؓ کے نقش قدم میں ہے اور
اسی میں نجات ہے۔
اس مرحلہ پر سواد اعظم سے
متعلق اتنا اشارہ کافی ہے کہ سواد
اعظم افراد کی بھیڑ چال کا نام نہیں
بلکہ یہ اس جماعت حقہ کا نام ہے
جو قرآن و سنت کی والا و شیدا
ہے۔ جس کی پہلی کڑی حضرات صحابہ
علیہم الرضوان تھے اور پھر نسلاً بعد
نسل یونہی سلسلہ چلتا رہا تاآنکہ ہمارا
دور آگیا۔ گو کہ آج شرور و فتن کا
دور دورہ ہے لیکن بحمد اللہ
دنیا اچھے لوگوں سے آج بھی خالی
نہیں اور جب خالی ہو جائے گی تو
قیامت قائم ہو جائے گی جیسا کہ حضور
علیہ السلام نے فرمایا۔
اللہ تعالیٰ استقامت علی
الدین سے نوازے۔ آمین!

بقیہ: اخلاق عالیہ

ماتحت میں معمول کے مطابق کانٹے نہ بچھا سکی۔
اور آپ نے اس بڑھیا کو منزل مقصود پر
پہنچایا جو بوجھ اٹھائے جارہی تھی اور آپ
کو برا بھلا کہہ رہی تھی آپ نے اس کا بوجھ
اٹھا کر گھر پہنچا دیا۔
یہ تواضع کا ثمر تھا کہ جب آپ واپس
ہوتے ہیں تو بڑھیا پوچھتی ہے اپنا نام پتہ تو
بتاؤ ـــ پیکر تواضع فرماتے ہیں۔ محمدؐ!
سنتے ہی ایمان لاتی ہے کہ ایسے محمدؐ پر
قربان جاؤں۔

(۴) سخاوت

آپ انسانوں پر دنیا کی بے ثباتی کو واضح
کرنے کے لیے مبعوث کئے گئے تھے اس لیے
اس زوال پذیر دنیا سے آپ نفرت فرماتے
تھے جو آتا خرچ کر دیتے تھے۔ حضرت عائشہؓ
فرماتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی
وفات کے بعد کوئی سکہ چاندی یا سونے کا۔
بکری یا اونٹ وغیرہ نہیں چھوڑا اور نہ ہی
کسی چیز کے بارے میں وصیت فرمائی۔
معقل بن زیاد رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ نبی کریمؐ کی خدمت میں ایک سائل
آیا۔ فرمایا۔ بیٹھو۔ خدا دے گا۔ پھر دوسرا آیا۔
پھر تیسرا آیا۔ حضور نے سب کو بٹھا دیا۔
آپ کے پاس اس وقت کچھ دینے کے لیے
کچھ نہ تھا، اتنے میں ایک شخص آیا اور
اس نے آپ کی خدمت میں ۴ اوقیہ
چاندی پیش کی۔ آپ نے ایک ایک اوقیہ
تینوں میں تقسیم فرما دی۔ باقیماندہ ایک اوقیہ
کو اعلان کے باوجود لینے والا کوئی نہ ملا۔
رات ہوئی تو آپ نے وہ چاندی لینے

تاریخ گواہ ہے کہ حضور نے اس عورت کی
عیادت کی جو بیمار ہونے کی وجہ سے آپکے

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لئے کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے۔ (مدیر)

دعوتِ اسلام

ترجمہ: ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ
قیمت: ۲۰/- روپے
ملنے کا پتہ: علماء اکادمی، محکمہ اوقاف
شاہی مسجد، لاہور

پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ کی شہرہ
آفاق کتاب "پریچنگ آف اسلام"
کا بہت شہرہ ہے۔ یہ کتاب دوسری بار
لندن سے ۱۹۱۳ میں شائع ہوئی اور
اس نے خوب شہرت حاصل کی اور اس
کا خوب خوب چرچا ہوا۔ ڈاکٹر آرنلڈ
صاحب علم آدمی تھے۔ انہوں نے بڑی
محنت اور کاوش کے ساتھ اس کتاب
کو لکھا اور برٹش میوزیم کے دارالمطالعہ
سے لے کر برصغیر کے کئی کتب خانوں
کی خاک چھانی اور متعدد شخصیات سے
استفادہ کیا جس میں مرحوم شبلی نعمانی
جیسے مسلم مؤرخ اور فاضل بھی شامل
ہیں۔ موصوف کی یہ کتاب ۱۳ ابواب
اور ۵ ضمیموں پر مشتمل ہے۔ ہر باب
میں متعدد ضمنی مباحث ہیں جب کہ
ابواب کے عنوان اس طرح کے ہیں۔
پہلا باب: دعوتِ اسلام
دوسرا باب: رسول کریم علیہ السلام
بہ حیثیت مبلغ اسلام۔
تیسرا باب: مغربی ایشیا کی عیسائی قوموں
میں اسلام کی اشاعت۔
چوتھا باب: افریقہ کی عیسائی اقوام
میں اسلام کی اشاعت۔
پانچواں باب: اندلس کے عیسائیوں
میں اسلام کی اشاعت۔
چھٹا باب: یورپ کی عیسائی قوموں
میں ترکوں کے ذریعے اسلام کی اشاعت
ساتواں باب: ایران اور وسطی ایشیا
میں اسلام کی اشاعت۔
آٹھواں باب: مغلوں اور تاتاریوں میں
اسلام کی اشاعت۔
نواں باب: ہندوستان میں اسلام
کی اشاعت۔
دسواں باب: چین میں اشاعتِ اسلام۔
گیارہواں باب: افریقہ میں اشاعت اسلام
بارہواں باب: ملائیشیا اور انڈونیشیا
میں اسلام کی اشاعت۔
تیرھواں باب: خاتمہ کلام
اور پانچ ضمیموں میں مسلمانوں کی
تبلیغی انجمنیں، اہل اسلام اور دیگر
مذاہب کے لوگوں کے درمیان مناظرانہ
تحریریں، ابباشی کا تبلیغی مراسلہ الکندی
کے نام، وہ نو مسلم جنہوں نے
مبلغین اسلام کی براہ راست تبلیغ کے
بغیر اسلام قبول کیا اور جہاد پر
گفتگو کی گئی ہے۔
ہماری یہ سوچی سمجھی رائے ہے کہ
"آرنلڈ جیسا انسان جو بہرحال عیسائی
ہے اس نے جس محنت اور دقتِ
نظر کے ساتھ کتاب لکھی ہے وہ اپنی
مثال آپ ہے ـــ کسی مقام پر
کسی رائے سے اختلاف عین ممکن ہے
لیکن "اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے" کو
بنیاد بنا کر موصوف نے اسلام کی
تبلیغی کاوشوں کا جس طرح خوبصورتی
سے ذکر کیا ہے اس سے بہت سے
شکوک و شبہات اور خدشات دور ہو
جاتے ہیں۔ موصوف نے جہاد سے متعلق
بھی پھیلائے ہوئے شکوک کا ازالہ کیا
ہے اور اسلام تلوار کے زور سے
پھیلا ہے کے فلسفہ و فکر پر بڑی
خوبصورت، متین اور سنجیدہ تنقید کی
ہے اور ساری کتاب اسی حقیقت میں
اس قسم کے الزامات کا جواب ہے۔
محکمہ اوقاف نے خوبصورت
طریقے سے اس کتاب کو چھاپا ہے
اور قیمت بڑی معقول ہے۔ ہمیں
توقع ہے کہ اہل علم اور عام مسلمان

اس کی قدر کریں گے اور اس کو اپنی لائبریریوں کی زینت بنائیں گے۔

حقوق و فرائض — اور اسلام کی اخلاقی تعلیمات

علماء اکادمی محکمہ اوقاف پنجاب شاہی مسجد لاہور کی طرف سے دونوں کتابچے شائع کئے گئے ہیں، ان کے مرتب مولانا عبدالرحمٰن طاہر سورتی ہیں جو بڑے فاضل انسان اور خوبصورت تحریر کے مالک ہیں — موصوف نے حقوق و فرائض نامی رسالہ کو سات ابواب پر تقسیم کیا ہے جن میں عقائد سے لے کر معاملات اور بین الاقوامی ذمہ داریوں تک جیسے مسائل پر قرآن و سنّت کی تعلیمات کو مرتب شکل میں پیش کیا ہے۔ جبکہ دوسرے رسالے کے مضامین نام سے ظاہر ہیں۔ اسلام اخلاق کا سب سے زیادہ علمبردار ہے اور اس کی اشاعت و ترقی کا راز اسی میں مضمر ہے۔

دونوں رسالے بقامت کہتر بقیمت بہتر کا مصداق ہیں۔ خوبصورتی سے انہیں چھاپا گیا ہے۔ عام لوگوں میں ان کا پھیلانا بہت ضروری ہے۔ امید ہے کہ اہل خیر اس طرف خصوصی توجہ دیں گے اور انہیں زیادہ سے زیادہ پھیلائیں گے۔

پہلے رسالہ کی قیمت -/۴ روپے اور دوسرے کی پونے تین روپے ہے

محکمہ اوقاف ان رسائل کی اشاعت پر مستحق تبریک ہے۔

مفتی اعظم پاکستان

(اکابر و معاصرین کی نظر میں)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نور اللہ تعالیٰ مرقدہ عظیم دینی اور ملی انسان تھے ان کی ساری زندگی دین و علم کی خدمت میں گذری۔ ہر انسان کا دنیا سے جانا بہرحال طے شدہ حقیقت ہے۔ مفتی صاحب بھی اپنا وقت پورا کرکے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ لیکن اپنے نیک فطرت صاحبزادوں اور اپنی بیش قیمت کتابوں کی شکل میں ایسا ورثہ چھوڑ گئے جو سدا ان کی روح کی تسکین کا باعث ہوگا۔ آپ کی وفات پر اکابر و مشائخ اور ان کے ہم عصر حضرات نے جن آرار کا اظہار کیا اور جس طرح انہیں خراجِ عقیدت پیش کیا اس کے وہ بجا طور پر مستحق تھے۔

حضرت مرحوم کے ایک عقیدتمند نے ان تمام آرار کو جمع کر دیا ہے جو ایک اچھی کاوش ہے۔

یہ کتاب ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور سے دستیاب ہے۔ امید ہے کہ اس کی قدر کی جائے گی۔

تاریخہائے سنِ وفات حکیم محمّد یوسف حسن مرحوم

(مدیر نیرنگِ خیال)

۱۔ حکیم حاذق محمد یوسف حسن کا وصال	۱۴۰۱ ہجری
۲۔ صد نیرنگِ خیال محمد یوسف حسن	۱۴۰۱ ہجری
۳۔ یوسف حسن با آفاق نیرنگِ خیال	۱۴۰۱ ہجری
۴۔ وفاتِ یوسف حسن مدیر نیرنگِ خیال ہے :	۱۹۸۱ عیسوی
۵۔ حسنِ شفار، یوسفِ مغفور :	۱۹۸۱ عیسوی

"اب حکیم آزاد شیرازی، سابق مدیر نیرنگِ خیال"

۱۹۸۱ عیسوی

امّ المومنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا

قمر حجازی، اوکاڑہ

قدسیوں کی زباں، حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا — عظمتوں کا نشاں، حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا
مومنوں کی ہے ماں، حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا — عورتوں پر فضیلت ہے حاصل اُنہیں
آپؓ کا ہے مکاں، حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا — جو بنا آخری خواب گاہِ نبیؐ
آپؓ جیسا کہاں، حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا — بدر میں بھی عَلَم آپؓ کی — اوڑھنی
برترِ مومناں، حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا — چار پُشتیں صحابیؓ ہیں اجداد کی
عفّتِ قدسیاں، حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا — ہے کلامِ الٰہی شہادت بنا
بجنت وَر تھی وہ ماں، حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا — والدہ کو لقب "حُورِ جنّت" ملا
آپؓ کا خانداں، حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا — محسنِ دین و دنیا ہے تاریخ میں
شانِ باغِ جناں، حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا — خود زبانِ پیمبرؐ "حمیرا" کہے
ایک مسواک ہاں، حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا — اپنے منہ سے چبا کر پیمبرؐ کو دی
روشنی کا نشاں، حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا — کیوں نہ تقلید اُن کی مسلماں کریں
آپؓ کا آستاں، حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا — قدسیوں کے لئے سجدہ گاہ ہے بنا

آپ کا گھر ہے جنّت سے بڑھ کر قمرؔ
زینتِ دو جہاں، حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا